قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی (القرآن)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

# تحفہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور یہ حرف بحرف سچ ہے۔ مگر تحفہ کو رشوت کے طور پر استعمال کرنا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ سخت گستاخی اور دیدہ دلیری ہے۔ نیز اس حدیث کا اطلاق جانبین پر ہے۔ یعنی دو مسلمان ایک دوسرے کو تحفہ دیا کریں۔ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایک فریق دیتا رہے اور دوسرا صرف لیتا رہے۔

سب سے پہلے تو میں اپنی بات عرض کردوں کہ کوئی ساتھی مجھے تحفہ دینے کی بجائے وہ رقم دارالعرفان کے فنڈ میں دے تو میں بھی بہت خوش ہوں گا۔ اللہ کریم بھی راضی ہوں گے۔ اور وہ رقم زیادہ مفید مقصد پر خرچ ہو سکے گی۔ میرے لیے یہ اشیاء خرید کرلانے کی بجائے اسی رقم کو خواہ وہ تھوڑی ہو دارالعرفان کے فنڈ میں جمع کرلیئے اور ضرور کرائیے کہ دین و دُنیا میں اس کا فائدہ زیادہ ہے۔

اب دوسرا نمبر صاحبِ مجاز حضرات کا ہے تو بندہ کی طرف سے کسی صاحب مجاز کو تحفے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ احباب کو بھی چاہیئے کہ جو لوگ دینی کام کر رہے ہیں۔ اُن کا اجر اور ان کی عادات دونوں کو خراب نہ کریں۔ اللہ کریم کی برکات ناجائز ذرائع استعمال کرکے حاصل نہیں کی جاسکتیں۔

## نیز

جو ایسا کرے گا انشاء اللہ اُسے مزید ترقیِ منازل بھی نصیب نہ ہو گی۔ خواہ وہ صاحب مجاز ہو یا عام ساتھی۔ لہٰذا آئندہ سے تحفوں کی سب رقم دارالعرفان کے فنڈ میں جمع کرائی جائے۔

والسلام

فقیر محمد اکرم اعوان

ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ ستمبر ۱۹۹۲ء

جلد: ۱۳ شمارہ: ۲

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

# ماہنامہ المُرشد لاہور

یکے از مطبوعات :- ادارہ نقشبندیہ، اویسیہ دارالعرفان چکوال

## فہرست مضامین

منارہ ایجوکیشن سسٹم کی تعارفی تقریب

الاخوان کی مجلس مشاورت

نیک لوگوں کی پہچان

خالق اور مخلوق کا رشتہ

معجزہ اور کرامت

انسان کی اہمیت

انعامات الٰہی کے مستحق

مشعل کا سفر

بدل اشتراک

فی پرچہ: ۱۲ روپے ششماہی: ۶۵ روپے

چندہ سالانہ: ۱۲۰ روپے تاحیات ۱۲۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ - تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال - ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ - ۶۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر - ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹرز:- طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

ماھنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

# اداریہ

شیطان بہت ساری صفات کا مالک ہے جن میں تاریکی، برائی، تخریب، پریشانی، رسوائی اور ناکامی شامل ہیں۔ یہ تمام صفات، ایک ہی چیز، ایک ہی فعل ایک ہی کردار کے مختلف نام ہیں۔ شیطان کے زیر اثر رہنے سے برائی جنم لیتی ہے، برائی سے رسوائی اور رسوائی کا پھل پریشانی ہے۔ مگر ہم نے شیطان کو اپنے اوپر سوار کر کے مضبوطی کے ساتھ باندھ رکھا ہے۔ حقیقت میں ناکامی، نامرادی، نقصان، رسوائی، بے سکونی اور پریشانیوں کو ہم نے اپنے کندھوں پر لاد رکھا ہے۔ آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ کر، دعاؤں سے راستہ نظر نہیں آئے گا۔ بازو پر تعویذ باندھ لینے سے آنکھوں کی تاریکی دور نہیں ہو گی۔ دم کروانے سے پھولوں کا حسن نظر نہیں آئے گا۔ بلب کی روشنی تو کیا سورج کی روشنی بھی نظر نہیں آئے گی اس کا تو ایک سیدھا سا علاج ہے کہ آنکھوں سے سیاہ پٹی اتار پھینکو، نہ پٹی رہے گی، نہ تاریکی ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو گی۔ اسی طرح شیطان کو اپنے جسم سے، اپنے ذہن سے، اپنے قلب سے نوچ کر اتار پھینکو تو ناکامی، رسوائی اور پریشانیاں خود بخود آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گی۔ ورنہ شیطان کی رفاقت میں مسلسل تاریکی، مسلسل گھبراہٹ و خوف اور مسلسل عذاب کی کیفیت رہے گی۔ اس مسلسل عذاب سے جان چھڑانے کے لیے جس حوصلہ، ہمت اور اعتماد کی ضرورت ہے وہ ڈھونڈنے سے ہی ملے گا۔ ذرا خود کو تلاش کر کے دیکھو تو سہی۔

تاج رحیم

# الاخوان کی مجلس مشاورت سے

## حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کا خطاب

دین اسلام کی واضح خوبی یہ ہے کہ یہ حاکم ہو کر رہتا ہے۔ محکوم ہو کر رہتا ہی نہیں۔ جب یہ محکوم ہو جاتا ہے تو پھر دین نہیں رہتا۔ اس لیے کہ یہ سوائے اللہ جل شانہ' کے کسی کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس میں کوئی سلطان ہو یا امیر' کوئی شیخ ہو یا پیر' کوئی استاد ہو یا فقیر' وہ قوت نافذہ کا مرکز تو ہو سکتا ہے لیکن نافذ وہی بات کرے گا جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گی' اپنی نہیں۔ دوسری بات جس معاشرے میں اسلام کے پاس قوت نافذہ نہ ہو وہاں نہ وہ پھلتا پھولتا ہے نہ پنپتا ہے اور نہ اس کی کوئی انفرادی حیثیت نظر آتی ہے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ روئے زمین پر بے شمار وسائل کے باوجود مسلمانوں کے پاس کوئی ایک گاؤں بھی ایسا نہیں جہاں اسلام نافذ ہو' ملک تو بہت بڑی بات ہے۔ اب جو حالات دنیا کے ہیں روئے زمین پر پھر کر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ لوگ کفر سے تنگ آ چکے ہیں۔ پہلے زمانے میں کچھ غلط فہمیاں رہتی تھیں۔ لوگ مشرق والے سمجھتے تھے کہ مغرب والے بڑی موج میں ہیں۔ مغرب والے سمجھتے تھے شاید مشرق والے بڑے آسودہ حال ہیں۔ اب اللہ کریم نے ایسے ذرائع بنا دیئے ہیں کہ کوئی دنیا کی کسی جگہ پر بیٹھا ہے' وہ پوری دنیا کے حالات سے واقف ہے۔ خصوصاً" جو لوگ ترقی یافتہ ممالک میں رہتے ہیں' ان کے پاس ایسے وسائل ہیں کہ وہ دنیا کے ہر ملک کا ہر حال گھر بیٹھے دیکھ لیتے ہیں اور سن لیتے ہیں۔ جس کا ایک بہت بڑا مثبت نتیجہ نکلا ہے اور وہ یہ ہے کہ پوری دنیا کا جو انسان ہے اس وقت وہ اسلام کی تلاش میں ہے۔ یعنی باقی جتنے ازم یا جتنے مت یا جتنے مذاہب ہیں وہ چونکہ دنیا میں کسی نہ کسی خطے میں رائج ہیں اور ان سے جو انسانیت کو نفع یا نقصان پہنچ رہا ہے یا انسان کی تشفی یا تسلی یا سکون کے لیے وہ کچھ کر رہے ہیں۔ اس سے پوری دنیا واقف ہے اس لیے لوگ اب کسی نئے ازم کو اپنانا نہیں چاہتے۔ ان کے پاس اگر کوئی غیر آزمودہ نسخہ ہے پوری دنیا میں تو وہ اسلام ہے۔

اب مغرب میں خود امریکہ کا یہ حال ہے کہ امریکہ کی ساری مشینری اور یہودیوں کی ساری طاقت صرف اس بات پر زور لگا رہی ہے کہ اسلام اگر قابل عمل ہوتا اس دور میں تو خود مسلمان اس پر عمل کیوں نہ کرتے۔ بہت بڑی تھیوری جو وہ لوگوں کو بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلام اگر عملی طور پر نظام حکومت چلا سکتا' معاشرے کو اس کے مسائل کا

حل دے سکتا' معاشرے میں نظم و نسق قائم کر سکتا' کسی ملک اور کسی سلطنت کو چلانے کی اہلیت رکھتا ہوتا' تو مسلمان خود کیوں نہ اپناتے؟ جو ان کے پراپیگنڈے کو تقویت ملی' ایران کی سلطنت اور اس کے انقلاب سے' وہ بھی اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی دلیل بن گئی کہ اسلام محض ایک قتل و غارت گری کا نام ہے۔ اسلام پہلے بھی تلوار کے زور سے پھیلا تھا' اب بھی جہاں کوئی مذہبی آدمی آتا ہے تو وہ ہر اس آدمی کا سر قلم کر دیتا ہے جو اس سے اختلاف کرتا ہے اور یہ بولنے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا۔ اور وہ نمونے کے طور پر ایران کے خمینی صاحب کے اور ایران کے انقلاب کے حالات پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود لوگوں میں وہ تجسس باقی رہ جاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اگر اسلام کو مسلمان نہیں اپنا رہے تو شاید یہ کمزوری مسلمانوں میں ہے' اسلام میں نہیں! لیکن ایسا کہنے والے بہت کم ہیں۔ آپ یہ دیکھتے ہیں کہ امریکہ کی پوری مشینری جہاں بھی کسی مسلم ریاست کو پھلتا پھولتا دیکھے' خواہ وہ اس کا قانون غیر اسلامی ہو' اسے تباہ کرنے کے لیے دوڑتی ہے کہ اس ریاست کو جو پھلنا پھولنا ہے' یہ اسلام کے حق میں ایک دلیل بن جائے گا۔ یہی جرم عراق کا ہے۔

بے شمار کوتاہیاں ہوں گی عراق کی حکومت میں یا گورنمنٹ میں' لیکن اس بات سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جب اس حکومت نے عراق کا ملک لیا تو وہ بدترین حال میں تھا' حکومت نام کی کوئی شئے نہیں تھی اور اللہ کے اس بندے نے عراق کو اس درجے تک پہنچایا کہ دی گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈز میں ہے کہ عراق واحد ملک ہے جس کے بارڈر پر کھڑا ہوا کسٹم کا سپاہی بھی کسی سے رشوت میں سگریٹ نہیں لیتا۔ اس کا حال یہ ہوا کہ پورے ملک میں خوشحالی آئی' آسودگی آئی' لوگوں کے مسائل کم ہوئے تو امریکہ کو یہ بات کھٹکی کہ یہ دلیل بھی اسلام کے حق میں جائے گی تو انہیں کیوں نہ تباہ کیا جائے۔ پچھلے سال جب میں وہاں تھا' اس سال بھی جب میں وہاں تھا تو امریکہ کے اپنے جوادارے ہیں انہوں نے جب وہ سال پورا ہوا امریکہ عراق جنگ کا تو اس سال کا انہوں نے تجزیہ کیا اور باقاعدہ ٹیلی ویژن پر انہوں نے اس کی وہ ساری فلم دکھائی۔ میں نے دیکھی نہیں سنی۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھی بھی۔ انہوں نے اس میں یہ تجزیہ کیا کہ جنگ کے بعد ایک سال میں امریکہ میں کیا ہوا اور عراق میں کیا ہوا؟ اس میں انہوں نے اعدادو شمار بتائے۔ امریکہ میں بیروز گاری بڑھی' عراق نے اپنے بیروز گاروں کو ایڈجسٹ کر لیا اور وہ کم ہو گئے۔ امریکہ کی معیشت تباہ ہوئی' دکانیں بند ہو گئیں' ایئر لائن گراؤنڈ ہو گئیں' بنک کرپٹ ہو گئے' عراق کی معیشت سال میں بحال ہو گئی' دکانیں بھر گئیں' بنک ٹھیک ہو گئے اور لوگوں کا کاروبار ایڈجسٹ ہو گیا۔ امریکہ کے جو وسائل استعمال ہوئے ' وہ جہاز ' وہ ٹینک اور وہ بحری بیڑے نہ صرف یہ کہ مرمت نہیں ہو سکے' پورے واپس بھی نہیں آ سکے۔ اس کی جو بجلی' پانی اور جو کیمونیکیشن سسٹم اور جو میڈیکل سسٹم اور جو روڈ وغیرہ سڑکیں تباہ ہوئیں' پل تباہ ہوئے تھے' ان میں سے اس نے اس سال میں نوے فیصد COMPLETE مکمل کر لیں۔ اور یہ سارا تجزیہ کرنے کے بعد آخری جملہ ان کا یہ تھا۔ اب یہ فیصلہ ناظرین پر ہے کہ۔

HAVE WE WON THE WAR OR WE HAVE LOST IT

یہ ان کا اپنا تجزیہ تھا کہ کس کو شکست ہوئی یہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں امریکہ ہار گیا یا جیتا؟ اس لیے وہ مسلمان ریاست کھٹکتی ہے۔ اگرچہ وہاں اسلام نافذ نہیں اور صدام مذہبی آدمی نہیں لیکن مسلمان ضرور ہے اور ریاست جو ہے وہ مسلمانوں کی ضرور ہے اگر اسلامی نہیں تو الجزائر میں مسلمانوں کا مذہبی گروپ مغرب کے مروجہ طریقے سے الیکشن جیت کر آیا' امریکہ نے ان کا راستہ روک کر وہاں مارشل لا لگوا دیا۔ جس جمہوریت کا پرچار کرتا رہا ہے اسے اس لیے روک رہا ہے کہ کہیں یہ مذہبی ریاست نہ بنا لیں۔ روس کے خلاف لڑنے میں امریکہ افغانستان میں مسلمانوں کی مدد کرتا رہا' لیکن جب روس کو شکست ہوئی تو امریکی محاذ

مسلمانوں کے خلاف لگ گیا۔ اب پوری مشینری امریکہ کی کوشش کر رہی ہے کہ افغانستان میں اسلامی ریاست نہ بنے' باقی جو بنتا ہے' بنتا رہے۔

یعنی کفر کو یہ فکر ستائے جا رہی ہے اور ان کا یہ تجزیہ ہے کہ اگر کوئی دس گھروں کی آبادی بھی مثالی اسلامی ریاست بن گئی تو ہم معاشرے کو مسلمان ہونے سے نہیں روک سکتے۔ ان کا مسئلہ یہ نہیں کہ وہ اسلامی ریاست انہیں فتح کر لے گی۔ ان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک نہیں سکتے۔ اگر کفر کو اتنی فکر ہے تو کیا مسلمانوں کو یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ کہیں اسلام کا عملی نمونہ تو ہو؟ اب ہمارا نظریہ یہ ہے ہماری سیاسی جماعتوں کا بھی اور ہماری ان مذہبی جماعتوں کا بھی جو سیاست میں حصہ لے رہی ہیں کہ انہیں حکومت اور اقتدار مل جائے' وہ سارا نظام اسلامی بنا دیں گی۔ میں ذاتی طور پر اس نظریئے سے متفق نہیں ہوں۔ اس لیے کہ جتنی سیاسی جماعتیں ہیں' جتنی مذہبی جماعتیں سیاست میں حصہ لے رہی ہیں' ان کے جو معاون ہیں یا ان کے ووٹرز ہیں' جو ان کے ساتھ ہیں وہ خود اسلام کو عملی طور پر اپنا نہیں رہے' تو اگر انہیں اقتدار مل بھی گیا تو وہاں اسلام نافذ کیسے کریں گے؟ ان کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ پھر وہ اسلام کے نام پر کوئی ایسا ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ بنانے پر مجبور ہوں گے جس میں انکے وہ لوگ بھی ایڈجسٹ ہو سکیں جو اسلام کو عملاً اپنانا نہیں چاہتے۔

اس کا جو طریقہ انبیاء' علیہم الصلوۃ و السلام کا ہے اور شروع سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کا جو رہا وہ یہ ہے کہ یا تو کسی نبی علیہ السلام کو بنی بنائی اسلامی ریاست مل گئی' حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تفویض کر دی اگر یہ نہیں ہوا تو انہوں نے وہ افراد تیار کئے جنہوں نے اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کر لیا۔ ریاست خواہ کیسی بھی تھی' انہوں نے ریاست کا دباؤ بھی برداشت کیا' ان لوگوں نے معاشرے کا دباؤ بھی برداشت کیا' انہوں نے کاروباری نقصان بھی اٹھائے' انہوں نے تکلیفیں بھی اٹھائیں لیکن اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کر لیا۔ آپ آسان سمجھتے ہیں شعب ابی طالب کے تین سال کہ اس شہر میں آدمی بے گھر بھی ہو جائے' اس کا کوئی پرسان حال بھی نہ ہو' دھوپ سے چھپنے کے لیے کوئی سائبان نہ ہو' بارش سے بچنے کے لیے کوئی چھت سر پر نہ ہو' پینے کو پانی نہ ملے اور کھانے کو پرانے جوتوں کے چمڑے چلا چلا کر ان کی خاک پھانکی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے! یہ کیوں تھا کہ یہ کوئی کمپرومائز کریں' ہمارے ساتھ رہیں' یہ نہیں کہتے مسلمان کافر ہوجائیں' رہو مسلمان' تم اپنی کرو' جو کچھ ہم کرتے ہیں اسے برداشت کرو' کچھ درمیانی راستہ نکالو۔ جو وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعب ابی طالب کے بعد بھی آیا' اس نے بھی یہی بات پیش کی۔ اور جو وفد ابی طالب کے پاس ان کی موت کے وقت بھی آیا' اس نے بھی یہی بات پیش کی کہ آپ اپنے بھتیجے سے کہئے کہ اپنے خدا کی عبادت کرتا ہے' کرے' اپنا مذہب الگ بناتا ہے' بنائے' لیکن ہمارے خداؤں کو کچھ نہ کہے۔ ہمارے مذہب کی تردید نہ کرے' ہمیں اپنے حال پر رہنے دے' تو کچھ لو اور کچھ دو کا معاملہ ہو جائے۔ تو جواب اللہ نے دیا تھا۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد ھتدوا۔ یہاں تو سیدھی سادی بات ہے' جس طرح ان فقیروں نے مانا ہے جو اسی طرح مانے گا ہدایت پا گیا۔ جو نہیں مانتا اس کا مقابلہ اللہ کے ساتھ ہے' سمجھوتے کی گنجائش کوئی نہیں۔ جو اللہ ارشاد فرمائے گا وہ اللہ کی مخلوق کو بتایا جائے گا۔ ان میں بتوں کے خلاف کوئی حکم آتا ہے وہ بتانا پڑے گا' کسی فرد پر اس کی زد پڑتی ہے یا حکومت پر پڑتی ہے' پڑے۔ تو جب وہ جم گئے اور خود اللہ فرماتا ہے۔ وزلزلوا زلزالا شدیدا بڑا جھنجھوڑا گیا انہیں زبردست۔ لیکن جب وہ جم گئے اللہ پاک نے فرما دیا اب تو سرخرو ہو گئے ہو اپنے امتحان میں' اب آج کے بعد فتح تمہاری ہے وانتم الاعلون۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم فاتح ہو لیکن شرط یہ ہے۔ ان کنتم مومنین۔ شرط یہ ہے کہ رہنا ایسے ہی جیسے اب ہو۔ ایمان کا حال یہی ہو' تعلق باللہ کا حال یہی ہو۔ یہ آیہ کریمہ غزوہ خندق کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو انتہائی تکلیف دہ حالات میں تھا'

کہ مدینہ میں معدودے چند افراد جو ساڑھے تین ہزار سے زیادہ نہیں تھے، ان پر تمام جزیرہ نمائے عرب کے قبائل یلغار کرکے آ گئے اور شہر کو گھیر کر بیٹھ گئے اور اڑتیس چالیس دن وہ محاصرہ قائم رہا، بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے جنگجو، بڑے بڑے دلاور! تو حال یوں نظر آتا تھا کہ منافقین نے کہا کہ غر صولاء دینھم۔ ان کو ان کے دین نے بڑا دھوکہ دے دیا ہے اور مغالطے میں ڈال دیا ہے، اب پتہ چلے گا کہ ان سے کون باقی بچتا ہے، مسلمانوں کو اپنے دین نے کسی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے، اب ان کے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ لیکن مسلمان اپنے اس راستے پر جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اس پر فتح و شکست سے بے نیاز جم گئے۔ ایک صحابی نے اپنا پیٹ دکھایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن سے بھوک جب زیادہ ہو جاتی تھی تو عربوں کا قاعدہ تھا کہ وہ پیٹ پر پتھر رکھ کر کپڑا باندھ لیتے تھے۔ اس سے پیٹ دبا رہتا تھا اور گیسز (GASES) پیدا نہیں ہوتی تھیں، تکلیف کم ہوتی تھی۔

اس میں وہ پتھر رکھا ہوا تھا، اس نے کپڑا ہٹا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ مبارک اٹھا کر دکھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باندھے ہوئے تھے۔

یہ آسانی سے نہیں وہ عمل ہو گیا کہ جاتے جاتے کسی نے حکومت پکڑا دی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر دیا اور انقلاب آ گیا۔ یہ نہیں۔ بلکہ ایک قدرتی طریقہ عمل ہے انیچرل پراسیس ہے، اس میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و الاصفات کو گذرنا پڑا، صحابہ کبار کو گذرنا پڑا۔ تو دوسرا کون ہو سکتا ہے جو اس راستے سے ہٹ کر دین کا کام کر لے گا؟ ان کے کام کرنے کا راستہ ہی وہ ہے۔ یہ تو اللہ قادر ہے وہ اگر مدد فرمائے کرے تو انقلاب برپا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مدد فرمائے تو ملک تبدیل بھی ہو سکتا ہے وہ مدد فرمائے تو دنیا میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ آخر انسان ہی دنیا میں رہتے ہیں۔ اور ان ہی حالات کو بدلتے ہیں، اگر ہٹلر کر سکتا ہے، سٹالن کر سکتا ہے تو ہم کیا انسان نہیں؟ کوئی کافر اٹھ کر پوری دنیا کو کفر آشنا ہونے پر مجبور کر دیتا ہے ہم کیا انسان نہیں ہیں؟ آپ نے دیکھا بھٹو صاحب نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا آپ نے سمجھا سیاست دانوں کا کارنامہ ہے آج کے علماء کا کارنامہ ہے فلاں جماعت کا کارنامہ ہے لیکن آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ ایک صدی تک لڑتے لڑتے علماء کی جانیں تک اس میں کھپ گئیں کے نام کو آج جانتا ہی کوئی نہیں اور نہ انہیں کسی کو جتوانے کی ضرورت ہے۔ اللہ کریم ان کو جانتا ہے کہ انہوں نے اس مقصد پر جانیں دیں جس کے لئے دیں وہ جانتا ہے۔ معاملہ صاف! کسی کو جتوانے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ کتنے لاکھوں اللہ کے بندے پوری زندگی اس مشن پر صرف کر گئے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے لوگوں کو آج کوئی نہیں پوچھتا۔ تاریخ ساز لوگ بھی لوگوں کو بھول گئے اور سامنے آنے والے لوگ اور ہیں۔ لیکن یہ فطرت کا طریقہ ہے کہ ہر کھڑی ہوئی عمارت اس کا قدو کاٹھ، اس کا وزن، اس کا علاقہ ایریا، وہ خود بتاتا ہے کہ اس کی بنیاد اس کو اٹھا کر کھڑی ہونے والی بنیاد کتنی مضبوط ہے۔

دوسرا جو بہت بڑا مغالطہ دے دیا گیا ہے مسلمانوں کو، جسے میں غلط فہمی سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ مذہبی اور دین دار لوگوں کو سیاسیات اور حکومت سے کیا واسطہ؟ میں نہیں سمجھتا کہ مذہبی کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر مذہبی بنتا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے واقعی ریاست بنائی، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بادشاہوں سے معاملات کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صلح اور جنگ کے معاہدے لکھے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنفس نفیس جہاد کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنفس نفیس عدالت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنفس نفیس معاملات نپٹائے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوری بھرپور سیاسی زندگی گزار کر معاشرے کو اسلامی ریاست دی تو دوسرا دین دار کون ہے جو اس سے ہٹ کر خود کو دین دار سمجھتا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کے بعد جمہور کے نزدیک ساری انسانیت میں افضل

ترین ہستی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی سیاست دان اور ڈھونڈ کر دکھائیں۔ تاریخ میں جس نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال پر اسلامی ریاست کو سنبھالا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وصال کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا اتنا بڑا سہارا جو مسلمانوں کے پاس تھا، اتنی بڑی پناہ گاہ جو بنفس نفیس تشریف فرما تھی اس حال میں ان سے جدا ہوئی کہ قیصر کی فوجیں تبوک والے بارڈر پر براجمان تھیں اور خسرو کی فوجیں عرب کو تاراج کرنے کی تیاری میں تھیں۔ اور اس زمانے کے قیصر اور پرویز جو تھے وہ اس زمانے میں کافروں کے خدا بنے ہوئے تھے۔ اس زمانے کی سپر پاورز! چھ چھ لاکھ سپاہی قیصر کے ایک گورنر کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ اور مسلیمہ کذاب نے اور منکرین زکواۃ نے ملک کے اندر طوفان کھڑا کردیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم چشم عالم سے پردہ فرما گئے۔ تو مسلمانوں کا حال تو یہ تھا جیسے کسی کم سن بچے کے ماں باپ بھی مرجائیں اور وہ ویرانے میں جنگل میں درندوں کے درمیان اندھیری رات میں گھر جائے۔ اس نوزائیدہ سلطنت اور اس معصوم بچے کو سیاسی، معاشی اور انتظامی اور ریاستی تمام امور میں اگر سنبھالا دیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے!

وہ کون بڑا نیک ہے جو سمجھتا ہے کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اکیلا دنیا کا منفرد فاتح سالار ہے اگر وہ سیاست کر سکتا ہے تو پھر دوسرا کون ہے؟ سیاست اگر آپ امور سلطنت اور امور انتظامیہ کو کہیں گے تو جو مروجہ زبان میں سیاست جو بے ایمانی کو کہا جاتا ہے یہ کہیں یہ تو الگ بات ہے۔ اسلامی سیاست بے ایمانی سے عبارت نہیں ہے۔ بلکہ نظم و نسق کو سنبھالنے سے عبارت ہے۔ اس میں تو کسی کو اعتراض نہیں۔ میں اپنے وجود کو بطور مثال پیش کروں تو یہ اسلامی ریاست ہے۔

آپ اپنے وجود کو پہلے اپنے وجود کو اسلامی ریاست بنائیے۔ جس پر اسلام کی حکومت ہو۔ پھر اس حکومت کی سلطنتیں وسیع کیجئے اپنی دوستوں سے، اپنے متعلقین سے لوگ جو حلقہ ذکر میں نہیں ہیں، جو ذکر نہیں کرتے نہ کریں، لیکن مسلمان تو ہیں۔ اپنے معاملات کو اپنے کاروبار کو، اپنی بیع و شرع کو، اپنی دوستی دشمنی کو، اپنے مقدمات کو، اپنی ضرورتوں کو بھی تو اسلام کے دائرہ کار کے اندر لائیں۔ مسلمان تو ہیں، اگر وہ ہمارے ساتھ ذکر اذکار میں شامل نہیں ہوتے، نہ ہوں۔ کیا کوئی فرض واجب ہے جو ہمارے ساتھ ذکر نہیں کرتے؟ کیا وہ مسلمان نہیں ہیں؟ ہم سے اچھے اور بہتر مسلمان بھی ہیں۔ ہم تو ایسے نالائق لوگ ہیں کہ عمر بیت گئی ذکر کرتے کرتے پھر بھی ہماری اصلاح نہ ہوسکی۔ شاید اگر ہم ذکر نہ کرتے تو ہم نے تو معاشرے کو تباہ کردیا ہوتا۔ جن دوستوں کو یہ اعتراض رہتا ہے کہ تم لوگ نیک نہیں ہو، انہیں یہ سوچنا چاہیئے کہ اگر ہم تیس تیس پینتیس پینتیس سال ذکر کرنے کے بعد ایسے ہیں کہ انہیں پسند نہیں آرہے تو خدانخواستہ اگر ہم ذکر بھی نہ کرتے ہوتے تو ہم یہ بندے کھا جاتے۔ تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمیں اور زیادہ ذکر کی ضرورت ہے۔ اور جو لوگ ذکر نہیں کرتے، خود کو صحیح سمجھتے ہیں، اچھا سمجھتے ہیں، اللہ کرے وہ اچھے ہی رہیں۔ مسلمان تو وہ بھی ہیں اور بغیر اسلام کو اپنائے ہوئے مسلمان کیسا ہوتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں فلسفہ نہیں آتا۔ بغیر دکان کے دوکاندار کیسا ہے؟ بغیر ملازمت کے ملازم کیسا ہے؟ تو یہ صرف حکومت کے پاس ہے کہ بغیر وزارت کے وزیر بے محکمہ ہوتا ہے اور تو دنیا میں کوئی نہیں۔ ہر شعبے سے متعلق فرد کے پاس وہ شعبہ ہوتا ہے۔ تو مسلمان کے پاس اگر اسلامی عمل نہیں ہے تو مسلمان کیسا ہے؟

اگر حکومت نے یہ اجازت دے دی ہے کہ اگر قتل بھی ہوجاتا ہے تو فریقین آپس میں فیصلہ کر لیتے ہیں تو ڈپٹی کمشنر کے پاس جائیں تو وہ اس کا آرڈر کردیتا ہے کہ انہوں نے آپس میں فیصلہ کیا ہے قانون میں اجازت ہے۔ یہ تو ہمارا اگر کوئی ایسا خدا نخواستہ تصادم ہو تو ہم وکیلوں کو فیس دینے کی بجائے جھوٹے گروہ بنانے کی بجائے کیوں نہ کسی دینی عالم کے پاس چلے جائیں، اس سے فیصلہ کرا لیں، جو فیصلہ ہو وہ عدالت کو بتادیں۔ لین دین کا جھگڑا ہے، معاملات ہیں تو ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے ایک دوسرے

رُ بھلا برا کہنے کی بجائے وکیلوں کو فیس دینے اور غلط فہمیات میں خود کو اور دوسروں کو ملوث کرنے کے' ہم کسی بھی عالم سے' کسی بھی دین دار شخصیت سے' وہ ساری صورتحال رکھ کر اسلام کا فیصلہ لے لیں اور اسے اپنا لیں! تو اس طرح سے ہم اپنی اسلامی زندگی کی ابتدا کریں اور اپنے گھر میں اپنے کاروبار میں' اپنے معاملات میں عملی طور پر پہلے اسلام کو خود اپنائیں۔ اس میں تکلیف آئے' پریشانی آئے' کوئی ناراض ہو جائے' کوئی خوش رہے۔ میں نے اس لیے المرشد میں بھی دیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بار بار دہرایا جاتا رہے' المرشد میں کہ ہم ہمارا یہ راستہ نہیں ہے۔ ہمارا راستہ یہ ہے کہ شیخ ہے یا پیر ہے یا استاد ہے' اس کے ذمے ہے کہ وہ ترغیب بھی دے' تعلیم بھی دے' تربیت بھی کرے' اسلام پر عمل کرنے کی! اور مرید کے ذمے ہے کہ اگر وہ مرید ہے تو تربیت حاصل کرے اور اپنی بھرپور کوشش کرے جو سیکھتا ہے اس پر عمل کرنے کی! زندگی میں رزق ہر ایک کا مقدر ہے اور ہر ایک مزدوری کر کے اپنی جان کا بوجھ اٹھا تو سکتا ہے' اپنا بوجھ دوسرے پر ڈالنا اسلام کی شان کے خلاف ہے۔ اپنے حقوق معاف کرے' دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرے۔ تو میں یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے سلسلے میں بھی کم از کم جب تک یہ ذمہ داری میرے پاس ہے' میں یہ نہیں چاہتا کہ اس میں مروجہ پیری فقیری آئے' وہ جو عرس معروف ہے اور کھانا پینا اور گانا بجانا ہو اور ختم ہو جائے۔ اور وہ جب چاہتا ہے کسی کو بغیر مراقبات کے آخری منزل تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو مراقبات سلب بھی ہو سکتے ہیں۔ ایک دفعہ ہم ابھی لطائف کرتے تھے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ کے ساتھ جلسوں میں باطل مذاہب کے خلاف' مسلسل جلسے حضرتؒ کیا کرتے تھے' ساتھ جانا ہوتا تھا' پھر واپسی پہ اکثر ونڈے سے اتر کر پیدل جاتے تھے۔ تو حضرتؒ کے لیے گھوڑی سی منگوالی جاتی۔ آپ سوار ہو جاتے' ہم پیدل جاتے۔ ایک دن ہم پیدل واپس جا رہے تھے' اپنی اپنی باتوں میں کوئی حوالہ کسی بات کا تھا' پھر خود ہی کہنے لگے بہت بڑا آدمی تھا اور ہمیں اس کے متعلق بہت بڑی خوش فہمی تھی تو ایک مسئلہ یہ جو ہے یہ خیال آیا کہ اس سے کیوں نہ پوچھا جائے تو جب پتہ کرایا تو وہ تو عذاب میں مبتلا تھا۔ تو ایک نئی مصیبت بن گئی۔ اتنا بڑا آدمی اور یہ عذاب میں مبتلا ہے!" اور آدمی اس پائے کا تھا کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے اس نے اپنے جو مشاہدات کشفی لکھے ہیں' اس میں اس نے آج کے دور کی تصویر کشی کر دی ہے کہ دنیا میں یہ یہ چیزیں' ایجاد ہوں گی اور لوگوں کا اس طرح طرز معاشرت ہو گا اور وہ لوگ یہ سوچیں گے' یہ کریں گے اور یہ لوگوں کے معاشرتی حالات ہوں گے۔ اور وہ کتاب آج دیکھی جائے اور آج کے حالات دیکھے جائیں تو میرا خیال ہے آج کا آدمی اتنا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتا جتنا انہوں نے ہزار سال پہلے مشاہدے اور کشف میں دیکھ کر دیا۔ اور بہت بڑے پائے کے ولی اللہ تھے اور بہت بلند منازل کے حامل تھے۔ تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے وہ پوری بات مجھے سنائی کہ میں نے' ساتھ قاضی صاحب تھے اور ساتھی تھے تو "وہ دیکھا کہ بڑی شدت سے عذاب ہو رہا ہے لیکن ایمان باقی ہے۔ ایمان سلب نہیں ہوا۔ تو ہم نے کوشش کی کہ ان کا عذاب رک جائے لیکن ہماری توجہ سے تو بات بڑھی ہوئی تھی' نہیں رک رہا تھا۔ پھر ہم نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس طرف نگاہ اٹھائی تو اس کا عذاب موقوف ہو گیا تو پھر ہم نے گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ان کا بہت بڑا کام ہے تو آپ ان پر نظر شفقت فرمایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں پکڑ کر یہاں لے آؤ۔ تو پہلے ان کی شکل جو عذاب سے مسخ ہو رہی تھی وہ درست ہوئی' پھر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لباس دیا گیا کیونکہ عذاب میں تو آدمی کو لباس نہیں ہوتا' تو وہ انہیں پہنا کر ہم وہاں تک لائے تو ان سے پوچھا کہ اب آپ کی کوئی اور خواہش؟ فرمانے لگے اس سے آگے میں کچھ مانگ سکتا ہی نہیں۔ جہاں سے میں یہاں پہنچ گیا ہوں یہ میری آخری منزل ہے" تو میں نے ایک چھوٹا سا سوال کر دیا۔ غالباً" ہم اس وقت وہاں جہاں حضرتؒ کا مزار

ہے' یہ علاقہ' اس کے قریب پہنچ چکے تھے شاید۔ اس وقت تو حضرت" شہر میں رہتے تھے۔ تو مجھے ایک بات یہاں سے گذر کر آگے وہ اترائیاں چڑھائیاں آتی ہیں'. وہاں پر ایک بات میرے ذہن میں آئی۔ میں نے کہا حضرت اتنے بڑے آدمی کو کس بات پہ یہ گرفت آگئی؟ اس نے زندگی بھر اتنا بڑا کام کیا۔ منازل سلوک بھی اس کے بہت ' عالم امر کے بہت بلند دوائر تک تھے تو کس بات پر گرفت آگئی؟ آپ نے فرمایا بہت عجیب بات ہے' اس شخص کے مشاہدات اتنے قوی تھے کہ اس نے ہزار بارہ سو سال بعد آنے والے حالات دیکھ لئے' اور من و عن دیکھ لئے تو مشاہدات کی اس وقت کی وجہ سے اسے اپنے مشاہدات پر ایک گو نہ اعتماد پیدا ہو گیا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اعتماد صرف اللہ پر رہتا اور اپنے مشاہدات کی طرف غلطی کا امکان غالب رہتا۔ لیکن غیر شعوری طور پر ان میں ایک بات آگئی کہ میرے مشاہدات صحیح ہوتے ہیں جب نزع کا وقت آیا تو تب تک ان کے مقامات سلامت تھے تو انہوں نے خود بتایا کہ میں نے دیکھا ایک بہت بڑی سڑک میرے سامنے ہے بہت بڑی روشن' اور میں سمجھ رہا ہوں کہ یہ قرآن حکیم کا راستہ ہے' پھر اس کے ساتھ مجھے پھر ایک اور خوبصورت راستہ نظر آیا جو اس پر پھیلا ہوا تھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ حدیث ہے قرآن حکیم کی شرح ہے۔ اور اسے مزید کشادہ کر رہی ہے اور اسی پر عمل کرنے اور اس پر چلنے کو زیادہ سے زیادہ سہل بنا دی ہے۔ دفعتاً" ساتھ ایک راستہ اور مجھے نظر آیا اور آواز آئی کہ تم اس راستے پر چلو۔ وہ فرماتے ہیں میں نے قدم اٹھایا' اس پر رکھا نہیں' ان پر رکھنے کو اٹھایا تو میرے سارے مقامات سلب ہو گئے' تب مجھے سمجھ آئی کہ یہ تو شیطان نے بنایا ہے۔ اگر میں قدم رکھ لیتا تو ایمان بھی سلب ہو جاتا۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے اٹھایا' رکھنے کا ارادہ کیا تو یہ اللہ کا احسان ہوا کہ میرے مراقبات سلب ہو گئے اور میں قدم رکھنے سے بچ گیا۔ اور اللہ نے ایمان بچا لیا۔ یہ ابتلاء اس لیے آئی کہ مجھے اپنے کشف پر کلی اعتماد ہو گیا تھا تو اللہ نے مجھے چھوڑ دیا کہ اعتماد کر کے دیکھ لو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلب تک کے لطائف کے انوارات سلب ہو گئے اور ہزار بارہ سو سال مسلسل برزخ کے عذاب میں گذارنا پڑے۔ پھر اللہ کو رحم آیا۔ اس نے یہ سبب بنایا اور پھر نجات عطا کی اور اب اس نے مجھے فنا فی الرسول تک پہنچا دیا تو اس سے آگے میں سوچتا ہی نہیں۔

اللہ کے ساتھ معاملہ جو ہے اس کی نزاکت اس طرح سے ہے' ہزاروں خطائیں' ہزاروں گناہ اس کی رحمت کے سامنے پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے' لیکن جہاں ذاتی خوبی' ذاتی بڑائی' اپنے اوصاف پر اعتماد' اپنی حیثیت کو کچھ سمجھنا' کسی نے شروع کر دیا تو فرماتے ہیں حدیث قدسی میں الکبر ردائی۔ بڑائی تو میری چادر ہے۔ اس نے گویا میری چادر میں ہاتھ ڈالا' خود کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ بڑائی تو میرا اوڑھنا ہے۔ میرا لباس ہے۔ تو کوئی شخص اس کی جرات کرے کہ وہ میرا لباس چھیننا چاہے' میری چادر کو ہاتھ ڈالے تو وہ کیسے بچ سکتا ہے؟ تو اس ساری کدو کاوش' اس ساری کوشش کا مقصد یہ نہیں کہ ہم کچھ بن گئے ہیں۔ اس ساری کا حاصل یہ ہے کہ ہم مٹ جائیں اس قانون کے سامنے'.اس ضابطہ حیات کے سامنے' اس دین کے سامنے جو اللہ' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ اپنی تمام خامیوں' اپنی تمام کمزوریوں' اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود ہم یہ کوشش ضرور کریں کہ سورج کو اگر ہم کوئی اسلامی ملک نہیں دکھا سکتے بہت بڑا' تو یہ پانچ چھ فٹ کا جو ملک ہمیں عطا ہوا ہے یہ اسے اسلامی ملک نظر آنا چاہیے۔ تو میں جب یہاں سے گذرتا ہوں تو یہ جو چھوٹی سی ریاست ہے اس بندے کے اختیار میں یہ اسے اسلامی ریاست نظر آئے۔ اگر کوئی صاحب مجاز ہے تو وہ دوسروں سے بہت اچھا آدمی نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس میں وہ کمزوریاں ہوں جو ان طالبوں میں نہیں ہیں جو اس سے لطائف سیکھتے ہیں۔ تو وہ یہ اللہ کا احسان سمجھے کہ باوجود ان کمزوریوں کے اللہ نے اسے ایک استاد کا' ایک ٹیچر کا' ایک سکھانے والے کا فریضہ سونپا ہے تو اپنی ساری کوشش خود کو منوانے پر نہیں' اللہ کو منوانے پر خرچ کرے۔ اگر کوئی امیر ہے' وہ اپنی حکومت

نہیں ساری کوشش دین کی حکومت کو قائم کرنے کی کرے۔ اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اگر وہ میرے تمام گناہوں، میری تمام کمزوریوں، میری خامیوں اور میری کوتاہیوں، اور سستی کے باوجود مجھ سے یہ کام لے رہا ہے۔ تو اس وقت پوری دنیا پر ایک شخص سے دین کا کام اگر اللہ لے رہا ہے تو وہ اس کا احسان مجھ پر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے جیسا اللہ کے پاس کوئی اور بندہ نہیں۔ اگر مجھ میں ذرا اکڑ آ جائے تو میری جگہ وہ مجھ سے لاکھوں اچھے بندے کھڑے کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو پتھروں، درختوں سے، جانوروں سے کام لے سکتا ہے۔ عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ لا یخافون لومۃ لائم۔ اگر تم کوتاہیاں کرو گے تو وہ قادر ہے، ساری قوم کو مٹا دے اور نئی قوم لے آئے جو اس سے محبت کرتے ہوں، اس کے عشق میں دیوانے ہو جائیں، اور کسی بات کرنے والے کی بات کی پروا نہ کریں۔ وہ تو ایسا قادر ہے، آپ دیکھیں وسط ایشیائی انقلاب کو، مسلمانوں نے کوتاہیاں کیں، تاتاری ان پر مسلط ہو گئے اور تباہ کر دیں اسلامی ریاستیں۔ اسلام کا کچھ نہ بگڑا، تاتاری خود مسلمان ہو گئے اور اسلام کے خادم بن گئے۔ بے عمل مسلمان تباہ ہوئے، اسلام تباہ نہیں ہوا۔ اسلام تو تاتاریوں نے اپنایا، اللہ نے انہیں توفیق دے دی، وہ مسلمان ہو گئے۔

اسلام ہماری پناہ کا محتاج نہیں، ہمیں اسلام کے دامن میں پناہ لینا ہے تو اس نصب العین کو مد نظر رکھ کر احباب، صاحب مجاز حضرات بھی اور تحریک کے امراء اور کرتا دھرتا حضرات اپنی پوری کوشش، سعی اس بات پر صرف کریں کہ آپ مزید وسعت دیں اسلامی سلطنت کی حدود کو۔ اپنے وجود پر اسے نافذ کریں، پھر دوسرے ساتھیوں پر۔ آپ ایک اسلامی ریاست بنا رہے ہیں۔ اللہ کرے ملک میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو جائے تو از خود حکومت بدل جائے گی۔ حکومت ہمارا یہ مقصد نہیں کہ کسی فرد کو ملے، مجھے ملے، آپ کو ملے، دوسرے کو، اس سے ہماری غرض نہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں، میں کل بھی بات کر رہا تھا کسی ساتھی سے، کہ ہمیں تو کوئی مصیبت آئی ہی نہیں۔ جو حالات ان لوگوں کو جنھوں نے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، ان اولیا اللہ کو جنھوں نے معاشرے میں اصلاح کا کام کیا جو تکلیفیں اور پریشانیاں انہیں دیکھنا پڑیں، آپ تاریخ کے صفحات پر دیکھیں۔ ہمیں تو ہے ہی کچھ نہیں۔ شاید اس لیے کہ اللہ کریم کو معلوم ہے کہ کمزور لوگ ہیں۔ اگر کوئی ایسی مصیبت آ گئی تو ہم بھاگ جائیں گے۔ اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ان سب طوفانوں سے بچایا ہوا ہے۔ ورنہ بایزید بسطامی اور ابو الحسن خرقانی جیسے لوگوں کو شہر بدر کر دیا تھا اس دور کے حکمرانوں نے۔ ویرانوں میں فوت ہوئے۔ اگر کوئی ملنے جاتا تو اسے درے لگاتے تھے۔ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ ہندوستان میں بادشاہ کو سجدہ ہوتا تھا۔ اکیلے اللہ کے اس کھدر پوش بندے نے بادشاہ کو سجدہ رکوا کر بادشاہ سے بھی اللہ کو سجدہ کروایا۔ اتنا بڑا تاریخی کارنامہ ہونے کے باوجود اسی سرزمین پر کہا گیا کہ یہ کافر ہے، یہ صدیق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ کافر ہے۔ کفر کا فتویٰ ان پر بھی اسی زمین پر لگا۔

تو ہمیں تو کوئی تکلیف آئی ہی نہیں۔ ہمارے سامنے کوئی رکاوٹ ہے نہیں۔ ہم تو موج کرتے ہیں، اچھا کھاتے ہیں، اچھا پہنتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں اور اس سارے معاشرے میں بڑے سکون سے رہ رہے ہیں۔ تو اگر مصیبتیں بھی آئیں، لوگ بھلا برا بھی کہیں، پریشان بھی کریں، تو کیا دین کا کام صرف اس لیے کیا جائے گا کہ موج ہوتی رہے اور کوئی تکلیف نہ آئے؟ کام کرنے کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ آپ اپنے سیاست دانوں کو دیکھیں۔ چوہدری ظہور الٰہی مرحوم کو دیکھ لیں۔ ساری عمر جیل میں گذر گئی اور دو ہفتے وزارت ملی۔ جس مقصد کو پانے کے لیے ساری زندگی موت سے کھیلتا رہا تو دو ہفتے یا تین ہفتے وزیر رہا۔ مولانا عبدالستار نیازی کو دیکھ لیجئے۔ اس کی عمر اسی سے اوپر ہے ساری عمر اپوزیشن میں، مار کھا کھا کر، ڈنڈے کھا کھا کر، قیدیں بیت بیت کر تو اب ایک لولی لنگڑی وزارت ملی۔ وہ بھی محتاج سی وزارت ہے جناب فرمایئے کیا کرنا ہے؟ یعنی

ہمارے وزیر جو ہیں' آزاد وزیر نہیں ہیں کہ اپنی منسٹری میں جو چاہیں کریں' بلکہ ان سب کا مالک ایک ہی ہے اور اس سے صبح اٹھ کر پوچھنا پڑتا ہے کہ جناب آج مجھے کیا کرنا ہے' کس سے ملنا ہے اور کب سونا ہے؟ تو لوگوں نے اس کے لیے ساری زندگیاں تج دیں۔ انہیں تو شادی کرنے کا ان بزرگوں کو موقعہ نہیں ملا۔ ساری زندگی' رات دن اسی میں گذار دی۔

آپ دوسری طرف دیکھیں۔ میں ہٹلر کی بات کر رہا تھا۔ میں اس کی سوانح حیات پڑھ رہا تھا' مجھے بڑا متاثر کیا اس کے ایک جملے نے' سب سے آخر میں جب میں پہنچا۔ تو ہٹلر کو اطلاع دی گئی کہ تیرے اس بنکر سے جس میں تو ڈٹا بیٹھا ہے' تین فرلانگ پر اتحادیوں کی فوجیں پہنچ چکی ہیں۔ تیرے اور ان کے درمیان تین فرلانگ کا فاصلہ ہے۔ شہر کے بیشتر حصے پر اتحادی قابض ہیں اور اب سارے چاروں طرف صرف اس ایک نقطے کو گھیرنے کے لیے پلان بنا رہے ہیں' تو تب آدھی رات ہو چکی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ صرف ان کے حملہ کرنے کی دیر ہے' ہم انہیں نہیں روک سکتے۔ کہ وہ آپ کے بنکر میں آئیں' آپ کو ماریں' آپ کو پکڑیں' آپ کو رسوا کریں' آپ کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ تو اس کی جو دوست یا اس کی جو سیکرٹری تھی اور وہ اس کی دوست بھی تھی' ایوا براؤن' وہ اس کے ساتھ تھی' تو کہنے لگا ایوا اب ایسا کرتے ہیں کہ اب کرنے کو کوئی کام نہیں رہا' شادی تو کر لیں۔ یعنی شروع سے لے کر تب تک وہ اپنے کام میں اتنا لگا رہا کہ جس عورت سے وہ محبت بھی کرتا تھا' وہ اس کے ساتھ بھی رہتی تھی' اس کی سیکرٹری بھی تھی۔ اس کے ساتھ بھی شادی کی رسومات ادا کرنے کی فرصت نہیں ملی اسے۔ وہ اپنے کام میں زور سے لگا رہا۔ اور کہنے لگا اب تو کام ختم ہو گیا' اب ہمارے کرنے کو کچھ نہیں رہا' آؤ پھر شادی ہی کر لیں۔ اس مورچے میں اس نے اس سے شادی کی اور شادی کرنے کے اگلے لمحے اسے گولی مار دی اور دوسری گولی اپنے سر میں اتار دی۔ گوبلز ساتھ تھا' اسے کہا یہ پٹرول کا ڈرم پڑا ہے' ہمیں اکٹھا رکھ کر جلا دینا اور پھر خود کشی کرنا۔ جن لوگوں نے انقلاب بپا کیے ہیں وہ کیا کام کے لوگ تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کفر کی طرف چلے گئے' آپ ان کے کفر سے اختلاف تو کر سکتے ہیں لیکن قوت کار تو مثالی تھی۔

کیا حق پرست کے لیے اس میں کوئی سبق نہیں ہے کہ اسے دین کے لیے فرصت نہیں ملتی؟ اور جو بے دین تھے انہیں دنیا کے لئے فرصت نہیں ملی۔ ایسے لوگوں کو وہ جو کہا جاتا ہے؟ اپنے مقصد میں فنا' مشن اور سٹڈ جنہیں کہتے ہیں نا وہ کہ اپنے مقصد میں وہ لوگ فنا ہو جاتے ہیں۔ تب جا کر معاشرہ متاثر ہوتا ہے' معاشرے میں کام ہوتا ہے۔ معاشرہ بہت سخت گرفت رکھتا ہے اور کوئی کوئی نٹ ایسا آتا ہے جو بجائے ٹوٹنے کے اس کی گرفت کو توڑ دیتا ہے۔ جہاں بے شمار کفرستان نظر آتے ہین' وہاں ایک اسلامستان بھی ہونا چاہیے۔ وہ خواہ چند افراد ہوں' وہ ایک گاؤں ہو' وہ ایک شہر ہو' اللہ کرے ایک بہت بڑا ملک ہو' یہ ساری دنیا پر آ جائے' یہ رب کی مرضی ہے لیکن بارش کے قطرے اگر یہ سوچتے رہیں کہ میں صرف ایک قطرہ ہوں تو کیا ہو گا؟ تو لوگ ترس کر مر جائیں' قطرے قطرے کو۔ لیکن جب وہ ایک ایک قطرہ برسنے لگتا ہے تو جل تھل ہو جاتا ہے۔ برستا قطرہ قطرہ ہی ہے۔ اور یہ نظام قدرت بھی ہے۔ اس کی بنیاد ہمارے اس خلوص پر' ہمارے قلب کی ان کیفیات پر ہے کہ کس درد سے ہم اپنے آپ کو انوالو INVOLVE کرتے ہیں؟ کس درد سے ہم اپنے آپ کو لیتے ہیں۔ تو یہ وہ بنیادی خاکہ سا ہے جو میں اس مشن کا بھی' اس سلسلے کا بھی' ساری تحریک کا آپ کو عرض کر سکا ہوں۔

اللہ کریم ہماری کوتاہیوں اور سستیوں سے در گذر فرمائے۔ آپ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیجئے' اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے اگر نصف سو کے قریب صاحب مجاز بنا دیئے ہیں تو نصف سو افراد کی کارکردگی بھی نظر آنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ صرف پچاس ساٹھ اور پیر خانے بن جائیں تو پھر کیا فائدہ ہوا؟ وہ تو پہلے بے شمار ہیں' ان میں اور پچاس ساٹھ کا اضافہ کرنا مقصد نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ایک جگہ دارالعرفان میں کام ہو رہا ہے تو جہاں پچاس ساٹھ صاحب مجاز ہیں تو پچاس ساٹھ دارالعرفان اور

پچاس ساٹھ تحریک کے مرکز بھی نظر آئیں۔ پچاس ساٹھ جگہوں پر وہ کام اسی رفتار سے ہو رہا ہے۔ اگر کام کرنے کا جنہیں ذمہ ملا ہے، جن پر اللہ نے احسان کیا ہے، وہ یہ کہیں کہ مجھے اس کام کی فرصت نہیں ملتی تو دوسرا ان کی بات کب سنے گا؟ تو میرے بھائی، اللہ آپ کو توفیق دے، آپ کو سلامت رکھے اور قوت دے اور آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ اپنی جان اس میں لگا دو۔ نتائج اس کے ہاتھ میں ہیں۔

(واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین)

دارالعرفان ۳۱ جولائی ۱۹۹۲ء

## بقیہ :۔ ایجوکیشن سسٹم

حضرات کو بھی اس میدان میں اپنے جواہر آزمانے چاہیں انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ اگر پاکستان کے لوگ ایک صحیح اسلامی معاشرے کے قیام کے خواہاں ہیں تو انہیں قومی و صوبائی اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ممبروں کو بدلنا ہو گا اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا ہو گا جو سچے اور پکے مسلمان ہوں اور جن کے دل میں ایک مکمل اسلامی معاشرے کی تشکیل کا درد ہو انہوں نے ادارہ کے چیف پیٹرن جناب ملک محمد اکرم اعوان کی خدمت اور صلاحیتوں کو زبردست الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ وہ اپنی علمی کاوش کو نہ صرف وطن عزیز میں ہر جگہ متعارف کرائیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک میں اس کی شاخیں قائم کر کے ان خطوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی انجام دیں جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی اور وہاں مرزائی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اپنے خطاب کے آخر میں انہوں نے اپنی تمام تر خدمات اور صلاحیتوں کو ادارہ کے لیے وقف کرنے کی پیش کش بھی کی۔

تقریب کے اختتام پر مقارہ ایجوکیشن سنٹر کی جانب سے مہمانوں کو پر تکلف چائے اور ادارہ کے بارے میں تعارفی پمفلٹ پیش کیے گئے اور یوں ایک باوقار مگر سادہ تقریب ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔

## دعائے مغفرت

★★★

1-حافظ ولی الرحمٰن صاحب کا شیاں والے کے والد جو 2 جون کو وفات پا گئے۔

2-ڈسکہ کے محمد انور کے والد جو 15 جون کو وفات پا گئے

3-عاشق حسین ساجد صاحب کے والد 6 جولائی کو وفات پا گئے۔

4-رانا محمد اکرم صاحب کے والد وفات پا گئے۔

5-قاضی محمد اسلم صاحب کے والد وفات پا گئے۔

6-حافظ بشیر چک نمبر 65 شمالی (سرگودھا) کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

ان سب جانے والوں کے لیے تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

## اعلان

ماہ جون ۱۹۹۲ء کا شمارہ موصول نہ ہونے کی شکایات مسلسل آ رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ماہ جون کا شمارہ شائع نہیں ہوا تھا۔ ماہ مئی، جولائی اور اگست کا سٹاک بھی ختم ہو چکا ہے۔

ایڈیٹر
المرشد

# صفارہ ایجوکیشن سسٹم کی تعارفی تقریب

23 اگست 92ء کو لاہور کے ایک مقامی ہوٹل میں صقارہ کالج آف مینجمنٹ اینڈ ریسرچ سائنسز کے تعلیمی پروگرام کی تعارفی تقریب ہوئی جس کے مہمان خصوصی سابق چیف جسٹس جناب محترم مجدد مرزا تھے۔ ادارہ کا تعارف کراتے ہوئے ریٹائرڈ کرنل جناب مطلوب حسین نے بتایا کہ یہ ادارہ اپنی مدد آپ کے تحت قائم ہونے والا پاکستان کا ایسا پہلا ادارہ ہے جس میں زیر تعلیم طالب علموں کو جدید سائنسی علوم کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیمات سے بھی جدید طریقے سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ادارہ کے تعلیم یافتہ افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مسلمان بھی ہوتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ ادارہ اقبال کے شاہینوں کی تربیت جدید اسلامی خطوط پر کرتا ہے اور ان کو عملی زندگی میں شاندار مستقبل کے ساتھ ساتھ بہترین اسلامی زندگی سے روشناس کرانے کے مواقع فراہم کرتا ہے یہ ادارہ عظیم صوفی اور مبلغ اسلام ملک محمد اکرم عوام کے زیر سرپرستی چل رہا ہے اور انہوں نے اس ادارے کی بنیاد رکھ کر اہل پاکستان اور ارباب اختیار و اقتدار کو دعوت فکر دی ہے کہ اگر نیت عمل کی ہو تو پھر کوئی بھی کام ناممکن نہیں انہوں نے اپنے تعارفی خطاب میں کہا کہ

## صقارہ نظام تعلیم کا ایک مختصر تعارف:

1- صقارہ ، صقیرہ کی جمع ہے۔ جس کے لفظی معنی "ہر وہ شکاری پرندہ جسے سدھایا جا سکے - ہم نے اسے اقبال کے "شاہینوں کا مسکن" کے معنی پر لیا ہے۔

2- صقارہ نظام تعلیم دراصل ایک بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنا یا یوں کہیے کہ ایک ٹوٹی ہوئی تار کو پھر سے جوڑنے کی کوشش ہے جس کا بیڑا اس محفل میں موجود "چیف ہوسٹ" جناب ملک محمد اکرم اعوان نے اٹھایا ہے۔ جن کا مختصر تعارف بھی مناسب مقام پر کراؤں گا تاکہ آپ کو اس قوت کا ادراک بھی ہو سکے جو قوموں کی زندگی میں اہم موڑ کا محرک بنتی ہے۔

3- ہمارے اپنے تعلیمی نظام کی تار یورپین اقوام کے امت مسلمہ پر تسلط کے بعد ٹوٹی۔ جنہوں نے نئی نسلوں کو زیر دام لانے اور ان سے مختلف خدمات لینے کے لیے اسلام کے نظام تعلیم کو بدلا۔ اسلام کی نظر میں نصاب تعلیم کے عناصر ترکیبی یہ تھے۔

1- مفت تعلیم تھی : طلبا اور اساتذہ کی کفالت دونوں سٹیٹ کی ذمہ داری تھی۔

2- تعلیم غیر طبقاتی تھی : یعنی امیر اور غریب سب کے بچوں کو یکساں مواقع حصول تعلیم کے میسر تھے۔

3- دین اور دنیا کی تعلیم یکجا تھی : اور (4) تعلیم پاکیزہ ماحول میں دی جاتی تھی۔

یہ عناصر ترکیبی خیر القرون کے دور سے لے کر Colonialism یعنی نو آبادیاتی دور کے آغاز تک مسلم دنیا میں کبھی منتشر نہیں ہوئے۔

___ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے مقاصد۔

(1) اللہ کی اطاعت کا ڈھنگ آ جائے۔

(2) رسول کریمؐ کی پیروی و اتباع کا جذبہ بیدار ہو جائے۔

(3) احتساب آخرت # کا تعین ہو۔

(4) اشاعت دین کی اہلیت پیدا ہو جائے اور۔

(5) تکمیل اخلاق ہو۔

یاد رہے کہ اگر تعلیم کا واحد مقصد حصول معاش ہی

ہو اور تعلیم اور اخلاق کا رشتہ ٹوٹ جائے تو ایسے تعلیم یافتہ افراد اعلیٰ قسم کے (1) دہشت گرد (2) تخریب کار (3) منشیات فروش غرض ہر قسم کی بدعنوانیوں میں ملوث ہوں گے۔ جس کی تصویر آپ کا معاشرہ پیش کر رہا ہے۔

یورپین اقوام نے نظام تعلیم کو اپنی مقصد برابری کے لیے جو نئی جہت دی۔

(1) تعلیم کی فیس لگائی جس سے مسلم دنیا 1200 سال تک نا آشنا تھی۔

(2) نصاب سے دینی تعلیم کو یکسر خارج کر دیا۔ لہٰذا مسلمان دینی مدارس قائم کرنے پر مجبور ہوئے جنہیں فرنگی ریشہ دوانیوں نے مسلکوں میں تقسیم کر کے باہمی لڑائیوں اور صف آرائیوں میں مبتلا کرم نئی تہذیب سے نبرد آزما کیا۔

(3) تعلیمی اداروں کی طبقاتی تقسیم کی۔ مشنری - پبلک۔ اردو میڈیم۔ انگلش میڈیم ہر ایک کا تہذیبی ماحول الگ۔ پاکیزگی کا تصور ہی فرنگی کے پاس نہ تھا وہ ماحول کو کیا پاکیزگی دیتا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک متحد امت پارہ پارہ ہو کر باہم متصادم ہوئی۔

ہماری سیاسی آزادی کے بعد بین الاقوامی قوتوں نے اپنے رائج کردہ نظام تعلیم کو تحفظ دیا۔ 45 برس گذرنے کے بعد بھی 1- آم اور ب بکری ا اللہ اور ب بسم اللہ میں تبدیلی نہ ہو سکے۔

بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ سیاسی محاذ پر آزادی کی صورت پر فتح تو ہوئی۔ (گو بعض کے قول کے مطابق Physical Prosses کی جگہ "Remte-Control" نے لے لی ہے۔ لیکن تہذیبی اور تعلیمی محاذ پر ہماری شکست اور غیروں کے تسلط کا یہ عالم ہے کہ کہ آج بھی ہمارے بچے بعض سکولوں میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طبع کردہ Terry Jennings کی پرائمری سکول کی کتاب The Young Scientist Investing For Book II )P-28_ Reproductioq in Birds And Animals میں ہارس میٹنگ کا عملی نمونہ دیکھا جاتا ہے اور ہماری آنے والی نسلوں کی ذہنی اور اخلاقی نشو ونما کا قاتل زہر بڑے معصومانہ انداز میں گھول کر پلایا جاتا ہے مقارہ نظام تعلیم اس صورت حال کو بدلنے کے لیے اور نظام تعلیم کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لیے ایک مخلصانہ قدم ہے۔ اس گہرے احساس کے ساتھ کہ تعلیم خواہ سکول/ کالج/ یونیورسٹی لیول کی ہو مفید صرف اسی صورت میں ہو گی جب اتباع نبوت کی طرف رہنمائی کرے۔ ورنہ تعلیمی ادارے محض بو چڑخانے ہوں گے جہاں انسانیت کی کھال کھینچی جاتی ہے۔

مقارہ نظام تعلیم۔ پرائیویٹ سیکٹر میں "انجمن دارالعرفان رجسٹرڈ منارہ ضلع چکوال" کے زیر اہتمام شروع کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کے سرپرست اعلیٰ جناب ملک محمد اکرم اعوان ہیں۔ اس ادارہ کا دوسرا بڑا شعبہ تعلیم بالغان ہے - جو اس نظام تعلیم کے بانی ہیں۔ جس کے لیے جناب ملک صاحب بین الاقوامی لیول پر پیہم کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانان عالم کے اجسادسے بے حسی بے عملی اور بے راہ روی کو دور کر کے ان میں اتباع آقائے نامدار کا جذبہ بیدار کیا جائے تاکہ اسلام کی نشاط ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔ اس ضمن میں آپ کے Tour Notes پر مشتمل کتاب "غبارہ راہ I> کا تعارف اسی مقام پر گزشتہ برس ہو چکا ہے اب "غبارہ راہ II> بھی مرتب ہو کر آپ کی نظر کی منتظر ہے۔

جن کا مقصد دین و دنیا کی تعلیم کو یک جا کر کے نہ صرف وطن عزیز بلکہ امت مسلمہ کی خدمت کے ےلیے بہترین تعلیم و تربیت یافتہ افراد مہیا کرنا ہے۔

مقارہ نظام تعلیم کا باضابطہ افتتاح "مقارہ اکادمی" کی صورت میں 19-1-87 کو مرحوم صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے ہاتھوں ہوا۔ مقارہ اکادمی منارہ ضلع چکوال جو ادارہ انجمن دارالعرفان کے احاطہ پر قائم کی گئی ہے۔

- مقارہ نظام تعلیم کی Pilot Project ہے۔ جس میں داخلہ 8 ویں کلاس میں ہوتا ہے جہاں پنڈی بورڈ کے مروجہ نصاب کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم اور روحانی تربیت کا بندوبست

ہے جہاں سے بچے 3 سال کے بعد میٹرک کر کے کالج کی تعلیم کے لیے فارغ ہو جاتے ہیں اس اکادی کی گذشتہ 5 سال کی کارگذاری بھی ملاحظہ فرما دیں۔

1988ء فسٹ -II - پنڈی بورڈ۔ ہیومن ٹیز گروپ

1989ء - I - II - III " "

1990ء - I - II " "

1991ء - II - III سائنس گروپ

1992ء - 29 آل I ڈویژن پنڈی بورڈ

9 ___ A __ 1

18 ___ A

2 ____ 13

ملحوظ خاطر رہے یہ نتیجہ ایسے طلبا کا جن کی Indication کے لیے Nomenit اکثر ایسے جن میں والدین بھی تنگ "جو آیا وہ قبول" کے اصول پر

آل پاکستان سائنس یوسٹرزکیشن I - II _ III

ضلع چکوال کا Best School گولڈ میڈل۔

روحانی تربیت - دوران پرچہ۔ وقت نماز آیا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔

نقل کا تصور تک نہیں۔

اس کا سینئر کالج سیکشن لاہور میں شروع کیا گیا ہے۔ Siqarah College of MSRS کہلاتا ہے۔ ٹاؤن شپ سے ملحقہ نیو لاہور کی کھلی فضا جس میں Wapda - Town میں اس ایک چھوٹی سی او۔ پیہ ہاؤسنگ سوسائٹی اس میں 17 کنال زمین - کالج ہوسٹل اور مسجد زیر تعمیر کلاسز کا اجراء 1-9-90 کو ہوا جو بچے اس سال FA کا امتحان دے چکے ہیں تعمیرات کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔ کوئی Menist نہیں۔ "جو آئے سو قبول" کے اصول پر I - II - Addmision III جاری ہے۔ تعلیم و تربیت کے خد و خال

(IV) مروجہ بورڈ کا نصاب جس میں ملٹری سائنس I. بطور گروپ بھی ہے۔ 6 پیپرز اور I ایریں I, II, III: II War ائیر میں داخلہ جاری ہے۔ ان بچوں کے لیے جو آرمی کو

AS - Carrer پسند کریں پہلا ادارہ ہے جس نے یہ شعبہ کیا گو عرصہ دراز سے بورڈ کے نصاب کا حصہ ہے۔

II - دینی نصاب۔ Applied Religion ہم نے اپنی کتب I - II کی لکھی ہیں۔ پروفیسر عبدالرزاق صاحب۔ زیر طبع ہیں۔ عربی کی تعلیم لازمی۔

III- روحانی تربیت - تزکیہ۔ اپنی Teak Book طبع ہو چکی حافظ صاحب کے سر پر سہرا۔ یہاں سٹال پر موجود۔

انداز - جو آپؐ نے صحابہؓ کا اپنایا دن جہاد میں گھوڑوں کی پیٹھ راتیں اللہ کے حضور

v- کمپیوٹرز کورسز۔ چار سال پر تقسیم کیے گئے ہیں۔

Vi- ماڈرن Subjects کا ایک منتخب نصاب - تاکہ بچے اقوام عالم کے حالات سے باخبر رہیں۔

مقصد۔ معاشرے کو ایسے افراد مہیا کرنا جو دین اور دنیا کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تربیت یافتہ ہوں۔ CSS لیڈر - Pcs لیڈر۔ آرمی - صحافت۔ شعبہ تعلیم اور MBAs ہمارے اہداف ہیں۔

مزید Detail میں جانا نہیں چاہتا۔ بروشر موجود ہے بہرحال ہم ایک مقصد کی طرف رواں دواں ہیں۔ ایاک نعبدو ایاک نستعین - مالی وسائل کے لیے بانی نظام کا تاریخی جملہ 19-1-87 "صاحب صدر۔ مانگنے کے لیے اللہ کا دروازہ کافی ہے" چندہ کا تصور نہیں ہمارا مشعل راہ ہے پنجاب ایجوکیشن نے ہمارے کیس کا اچھی طرح جائزہ لے کر 52 لاکھ گرانٹ کا اعلان کیا اس حقیقت کا ادراک کرم

We Are Missonois Not Commercial

متعارہ نظام تعلیم کے عزائم

پرائیوٹ سیکٹر میں اس نظام کو University Leval تک لے جانا۔

SCMRS کے علاوہ Pureseience اور Science Applied کے کالج بھی کھولنا۔ ہر Division میں ایک کالج ہر ضلع میں ایک ہائی سکول۔

آخر میں چند تاریخی جملے اس نظام کے بانی و خالق جناب ملک محمد اکرم اعوان کے لیے 18 برس کی رفاقت میں جو دیکھا۔

د نور پو ۔چھی کے گاؤں میں 31-12-34 کو پیدا ہوئے۔ عمر
50 کے قریب دینی تعلیم کے لیے کسی مدرسے میں نہیں گئے۔
اپنے استاد ولی کامل۔ مجدد تصوف اسلامی (جو حضور نے
صحابہ کو سکھایا) مولانا اللہ یار خان میانوالی کی خدمت میں
25 برس۔ جال ہم نشین در من اثر کر دی کہ عملی تصویر میں
علم روحانی عطا فرمایا۔

مفسر قرآن۔ 5 جلدیں موجود۔ باقی پر کام جاری
صاحب تصانیف ۔ ان کے مشاغل کی جھلک عالمی سطح پر غبار
راہ I-II میں دیکھیے۔

مشن عالم انسانیت کی فلاح. کی فکر امریکہ کے ساحل پر
برہنہ حوا کی بیٹی پوچھ ہم سے ہو گی۔ کشمیر خیر امت اخر جت
للناس اسلام کی نشاط ثانیہ کا گہرا درد لئے ہوئے اور اسلام
میں Personalism سے سخت Allergic تزکیہ باطن کی
تعلیم پر بالغ مردو و زن کے لیے ماہامہ المرشد کے لیے باقاعدہ
لکھنا۔

شکار اڑتا پرندہ پستول 300 گز سے دنیا کا خوف ناک ترین
جانور برفانی چیتا جیپ سے اتر کر خنجراب کی بلندیوں پر گرا
میرے مشاہدات سے ہے۔

2. کاروبار اور زمینداری اپنے علاقہ کے
بڑے زمیندار ہیں۔

تعارفی خطبہ کے بعد ادارہ کے چیف پیٹرن جناب ملک محمد اکرم اعوان نے اپنے خصوصی خطاب میں کہا کہ میرا اس ادارے کی بنیاد رکھنے کا مقصد یہی تھا کہ یہاں پہ دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی ترویج کے لیے بھی کام کیا جائے انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کی پستی اور ناکامی کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سائنس' فلسفہ' طب' ریاضی اور دیگر جدید علوم کی تعلیم تو دیتے ہیں لیکن انہیں اسلامی تعلیم ' روایات اور شعائر سے دور کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اچھے ڈاکٹر' انجینئر اور سائنسدان تو بن جاتے ہیں لیکن اچھے مسلمان نہیں بن پاتے چنانچہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے صقارہ کی بنیاد رکھی جس میں دین کے ساتھ جدید علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ادارہ کا باقاعدہ آغاز 1987ء میں چکوال میں کیا گیا جہاں اعلیٰ معیار کی جدید عمارت اس ادارہ کے لیے تعمیر ہو رہی ہے جس کا بیشتر کام مکمل ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ ادارہ کا افتتاح سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے کیا اور ان سے ادارہ کا افتتاح کرانے کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر میں اورنگزیب عالمگیر کے بعد ایوان اقتدار سے اسلام کا نام لینے والے وہ فرد واحد تھے۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ادارہ میں داخلہ کے لیے ہمارا کوئی خاص میرٹ نہیں ہے بلکہ جن بچوں میں ہم پڑھنے کی صلاحیت دیکھتے ہیں انہیں کسی بھی امتیاز کے بغیر داخل کر لیا جاتا ہے.اور خدا کا فضل ہے کہ ایسے بچوں نے بھی ہمارے ادارہ کے ذریعے بہترین نمبروں سے بورڈ کا امتحان پاس کیا ہے جن سے ان کے والدین اور اساتذہ تعلیمی معاملات میں مایوس ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ابھی حال ہی میں ہم نے اپنے ادارے کی ایک شاخ ٹاؤن شپ لاہور میں بھی کھولی انہوں نے کہا کہ آہستہ آہستہ ہم اپنے سکولوں کی شاخیں پورے ملک میں کھولیں گے اور ایسے تعلیم یافتہ افراد تیار کرنے کی کوشش کریں گے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ بہترین مسلمان بھی ہوں گے انہوں نے کہا کہ بچوں کے علاوہ تعلیم بالغاں کے شعبہ میں بھی ہم نے پوری دنیا میں اپنے سنٹر کھولے ہیں جہاں جدید ترین طریقے کار کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیم دی جا رہی ہے ہم نے تعلیم و ترتیب کے لیے اپنے سینٹروں میں کمپیوٹرائزڈ سسٹم کو متعارف کرایا ہے آخر میں انہوں نے حکومت اور ارباب اختیار سے اپیل کی کہ وہ بھی ایسے اداروں کی تشکیل میں دلچسپی لیں جہاں دین اور دنیا کی تعلیم کے ذریعے قوم کے نونہالوں کو بہترین تربیت دی جا سکے اس لیے ہمارا ادارہ مثال کے طور پر موجود ہے اور اگر کوئی صاحب یا سرکاری محکمہ راہنمائی کے لیے ہماری خدمات حاصل کرنا چاہیے تو ہم اسے خوش آمدید کہیں گے

تقریب کے آخر میں مہمان خصوصی سابق چیف جسٹس جناب غلام مجدد مرزا نے صقارہ ایجوکیشن کے نظام اور ایس کے منتظمین کی صلاحیتوں کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور زور دیا کہ معاشرے کے دوسرے صاحبان علم اور مخیر

باقی صے 13 پر

# نیک لوگوں کی پہچان

حضرت محمد اکرم اعوان

## ولی کی پہچان

ترجمہ :۔ اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر کر کے بھیجا۔ سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں۔ پھر کیا تم (دوسروں کو معبود بنانے سے) ڈرتے نہیں ہو۔ پس (نوحؑ کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے) کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے اور کچھ نہیں (اس دعویٰ سے) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔ اور اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ یہ بات ہم نے اپنے پہلے بڑوں میں نہیں سنی۔ بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔ سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس (کی حالت) کا اور انتظار کر لو۔

(۲۳ : ۲۳ تا ۲۵)

اٹھارویں پارے میں یہ سورۃ المومنون چل رہا ہے پہلا رکوع

اس میں مسلسل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اذکار اور لوگوں کے جوابات اور اس کے نتائج کا تذکرہ ہے میں اس کے صرف آج کی مختصر سی مجلس میں ایک پہلو پہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جہاں کفار کو ان کی دنیا کی محبت نے محروم رکھا دین سے جہاں آخرت سے بے خبری نے دین سے محروم رکھا وہاں ایک عمل یا ایک فیکٹر یا ایک اثر یہ بھی تھا کہ ان کے خیال میں مذہبی قیادت جو ہے یا مذہبی رہنما جو ہے وہ نبی علیہ السلام ہو یا ولی ہو وہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے یعنی یہ بھی ایک سبب بنا لوگوں کی گمراہی کا جہاں انہیں اور بہت سے عوامل تھے ایک بات یہ بھی تھی ان کے خیال کے مطابق نبی یا رسول علیہ السلام کو عام انسانوں کی طرح زندگی بسر نہیں کرنا چاہیے جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور انہوں نے بڑی کھری بات کہی سب سے پہلے جو لوگ دین کے لیے کام کرتے ہیں وہ کیسے ہوتے ہیں یہ بتایا گیا انہوں نے ایک ہی بات کی۔

یقوم اعبدو اللہ مالکم من الہ غیرہ لوگو! اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس لیے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق تم کوئی نہیں پا سکتے۔ افلا تتقون ○ کیا تمہیں اللہ سے حیا نہیں آتی۔ یہاں سب سے پہلے تو یہ بات بتائی گئی کہ اللہ کے بندوں کا نشان اور ان کی پہچان کیا ہے اور جو اللہ کے نام پر اپنے ذاتی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں ان میں اور اللہ کے بندوں میں فرق کیا ہے کیسے پہچان ہو

چونکہ آج ہی ایک بہت بڑی اکثریت میرے مطالعے اور میرے مشاہدے کے مطابق ایک بہت بڑی اکثریت دین سے اس لیے بیزار ہے کہ وہ مولوی یا پیر کا نام سن کر متنفر ہو جاتے ہیں یعنی دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ دین سے دور

ہیں جو اندھا دھند بلا تحقیق صرف مولوی یا پیر کے نام پر فریفتہ ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے کرتے چلے جاتے ہیں دوسرا ایک بہت بڑا گروہ جو بہت بڑا جس میں اچھے لوگ جس میں پڑھے لکھے لوگ ایک بہت بڑا اچھا طبقہ جو بہت اچھے انسان بن سکتے ہیں جو بہت اچھا کام کر سکتا ہے وہ اس لیے دین سے محروم ہیں کہ وہ مولوی یا پیر کا نام سن کر اس سے متنفر ہو جاتے ہیں تو آگے اس سے ملنا یا اس کی بات سننی وہ اس تک جانا ہی نہیں چاہتے اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے چور ہیں اور یہ سارے جو ہیں نکمی قوم ہے کام کرتے نہیں صرف چندے کرتے رہتے ہیں ہم سے پیسے مانگیں گے اور کوئی مثبت بات نہیں بتائیں گے ہمیں آپس میں لڑائیں گے اور اختلافی مسائل کو اچھالیں گے اور فساد پیدا کریں گے۔ اور ہوتا ہے ایسا۔ تو رب جلیل نے پہچان بتائی ہے اپنے بندوں کی اب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر ایک چیز میں ملاوٹ ہے کپڑے میں آپ کو کھرے کے ساتھ کھوٹا ملتا ہے جوتے خریدنے جائیں تو آپ کو اچھے کے ساتھ نقل ملتی ہے کھانے کی کوئی چیز خریدنے جائیں تو اصل کے ساتھ نقل موجود ہے تو کیا ہم نے لباس پہننا جوتے استعمال کرنا کھانا چھوڑ دیا ہے اس کی نقل ہو گئی ہے بازار میں چھوڑا تو نہیں جا سکتا ہم اپنی طرف سے یہ کوشش کرتے ہیں کہ نقل سے بچ کر اصل خریدیں تو دین کو اس لیے چھوڑ دینا کہ نقلی جو ہیں پیر بہت ہیں اصلی مولوی بہت کم ہیں اس میں نقل بہت آگئی ہے اس لیے دین کو چھوڑ دینا تو کوئی بات نہیں جب دنیا کی کوئی شے ہم نہیں چھوڑتے اور ہر چیز کی بے شمار نقل موجود ہے تو صرف اس لیے دین کو چھوڑ دینا کہ یہاں نقلی مولوی بہت ہیں یہاں نقلی پیر بہت ہیں تو یہ تو کوئی جواز نہ ہوا تو پھر مولوی یا پیر کے اصلی ہونے کی دلیل کیا ہو گی اللہ نے بتایا کہ میرے نبی علیہ السلام نے بڑی کھری بات کہی کہ اللہ کی عبادت کرو میری عبادت نہیں کرو میری پوجا نہیں کرو نبی علیہ السلام نے یوں یہ نہیں کہا کہ مجھے پوجو میری عبادت کرو۔ عبادت کیا ہوتی ہے عبادت صرف رکوع اور سجود کا نام نہیں ہے عبادت نماز اور نوافل کا نام نہیں عبادت کا معنی ہے نفع کی امید پر یا نقصان کے اندیشے پر غیر مشروط اطاعت کر لینا جو کہو گے میں کروں گا اس لیے کہ تم روٹھ جاؤ تو شاید مجھے نقصان پہنچے تم خوش ہو گے تو مجھے نفع ملے گا یہ عبادت ہے۔ اب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تم یہ غیر مشروط اطاعت یا جسے انگریزی میں کہتے ہیں۔

WITH OUT ANY CONDITION 'TOTALY SURRENDER

یہ جو ٹوٹلی سرنڈر ہے یہ اللہ کے سامنے کرو۔

وہاں امریکہ میں ایک بہت بڑے اچھے پڑھے لکھے آدمی نے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ مریدی یہ ہے کہ۔

SURRENDER BEFORE THE WILL OF PEER

میں نے کہا جی آپ نے غلط سنا ہے مریدی یہ ہے کہ آپ کو ایسا پیر ملے جو آپ کی تربیت کر کے آپ کو اس مقام پر لے جائے کہ

YOU SHOULD BECOME TO SURRENDER BEFORE ALL YOUR LIFE.

آپ کو تربیت کر کے اتنا شعور دے دے کہ آپ اللہ کی اطاعت کرنے کے قابل ہوجائیں پیر کا اتنا سا کام ہے۔

تو یہاں پہچان بتائی رب جلیل نے کہ میرے بندے جو ہوتے ہیں وہ اپنی قید نہیں لگاتے کہ میری بات مانو میری اطاعت نہیں وہ کہتے ہیں اللہ کی اطاعت کرو بڑی سادہ سی بات ہے علماء کی بھی پہچان یہی ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عالم کے خلوص کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے اگر کوئی اور بھی کرنا شروع کر دے وہ تبلیغ کرتا ہے دوسرا بھی تبلیغ کرتا ہے وہ ایک کام کرتا ہے دوسرا ہاں "ایک مدرسہ پڑھاتے ہیں دوسرا لوگوں کو روزگار سکھانے لگ جاتا ہے کہ فلاں روزگار اس طرح سے کرو تو ہمیں یہ

خوشی ہو کہ ایک کام ہم کر رہے ہیں دوسرا کام وہ کر رہا ہے جیسے ہم کر رہے ہیں دوسرے نے بھی شروع کر دیا تو کام زیادہ تعداد میں ہونے لگ گیا یہ جو ہے یہ خلوص ہے لیکن جب اللہ کے لیے نہیں ہو گا اللہ کے نام پر اپنے مفاد کے لیے ہو گا تو وہی کام جب دوسرا کرنے لگے گا تو کہے گا یہ کافر ہے یہ بے دین ہے لڑائی شروع ہو جائے گی اس کی ضرورت نہیں ہے کیوں اس لیے کہ وہ بھی فائدہ اس کے مطابق وہ خواہ اللہ کے لیے کر رہا ہو لیکن اس کے مطابق وہ بھی اس کے نفع کا شریک بن رہا ہے وہ بھی فائدہ اٹھائے گا اور اس سے لوگ بانٹ لیں گے تو لوگ اسے چندہ دیں گے اور اسے دیں گے تو اس کے پروفیشن یا پیشے کو نقصان ہو گا لڑائی شروع ہو جائے گی کفر کے فتوے بنیں گے جھگڑا ہو گا مناظرے ہوں گے یہ ہو گا وہ ہو گا لیکن اگر خلوص ہو تو بڑی سادہ سی بات ہو گی کہ جہاں بھی ہو اللہ کا حکم تلاش کرو کوئی بھی عالم قریب ہے اس سے پوچھ لو اللہ کو حکم تلاش کرو اللہ کے نبی علیہ السلام کی سنت اور آپ علیہ السلام کا ارشاد تلاش کرو اس کے مطابق عمل کرو یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ آپ مجھ سے پوچھیں یا کوئی جماعت کا وہاں مولوی ہے اس سے پوچھیں یا ذکر کا ساتھی ہے یہ تو نہیں ضروری۔ چونکہ اطاعت کرنی ہے اللہ کی اور اس کا ذریعہ ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیسرا کوئی ایسا آدمی نہیں جو بات نہ مانیں گے تو کافر ہو جائیں گے کوئی بھی نہیں۔ اللہ کی بات نہ ماننا انکار کرنے والا کافر ہے نبی علیہ السلام کی بات کا انکار کرنے والا کافر ہے اور نبی علیہ الصلوۃ و السلام کی اللہ نے صفائی دی دیکھو۔

نبیؐ کتنی منزہ کتنی کھری ذات ہے پوری انسانیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور کوئی دوسرے کسی گواہ کی ضرورت محسوس نہیں کی وحی کا ایک جملہ کوئی دوسرا بھی سمجھا کہ وہ کہہ سکے کہ ہم دو نے سنا تھا اللہ کریم کہتا ہے کفی باللہ شھیدا میں گواہ کافی ہوں تو جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں یہی حق ہے یعنی پوری انسانیت کی نجات اور ایمان کا مدار ایک ہستی کے کہہ دینے پر ہے اللہ نے محسوس نہیں کی کہ کسی دوسری۔ صداقت کا معیار یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کسی انسان کی شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔ انسانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی ضرورت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے کردار پہ شہادت دیں کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں اس کے باوجود پھر فرمایا ماینطق من الھوی ان ھو الاوحی یوحی۔ یعنی اس مقام پر کھڑے ہوئے پھر اللہ کریم بتا رہے ہیں دیکھو یہ اعتبار میں نے مفت نہیں کیا بلکہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک بغیر میرے ارشاد کی ہستی ہی نہیں یہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ان کے معاملے میں وہی کچھ کہتے ہیں جو میں فرماتا ہوں کہ یہ کہا جائے۔ تو جب نبی علیہ الصلوۃ و السلام فداہ ابی و امی کے لیے یہی شرط ہے کہ آپ کی غیر مشروط اطاعت اس لیے کی جائے گی کہ آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے زبان مبارک آپ علیہ الصلوۃ و السلام کی ہوتی ہے بات اللہ کی ہوتی ہے تو پھر دوسرا میں یا کوئی پیر مولوی دوسرا کون ہے جو کہے میری اطاعت کرو جو میں کہوں وہی کرو کوئی بھی نہیں۔

میں ایک دفعہ ایک پیر صاحب کے ساتھ تھا انہوں نے مریدوں کا اجتماع کیا تو جلسہ کر رہے تھے مجھے بیان کے لیے وقت دیا۔ تو اس میں انہوں نے خود جو تقریر کی انہوں نے کہا جس نے میرے ساتھ بیعت کی ہے اب کسی اور کے ساتھ کرے گا تو کافر ہو جائے گا کیا بے تکی بات ہے کیسی عجیب بات ہے ایک عالم سے کوئی پڑھتا ہے وہ کہے اگر کسی دوسرے کے پاس سبق لینے جائے گا تو کافر ہو جائے گا ارے جہاں تک تم پڑھا سکتے ہو وہاں تک پڑھاؤ اس سے آگے کسی اور سے پڑھنے چلا جائے گا۔ آپ ایک حد تک پڑھا سکتے ہیں اس سے آگے کوئی بہتر استاد مل جائے تو کیوں نہ جائے کیوں کافر ہو جائے گا کوئی آپ سے سیکھنا فرض ہے؟ بات تو اللہ کی سیکھنی ہے بات تو اللہ کے نبی علیہ السلام کی سیکھنی ہے جہاں سے مل جائے پہلی بات تو یہ ہے کہ پیر یا مولوی یا استاد کی شناخت یہ ہے کہ وہ اپنی پسند مسلط نہ

کرے بلکہ اللہ کے حکم کی اطاعت کی طرف بلائے اور اللہ کا حکم آپ کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کسی مولوی یا کسی کے پاس پیر سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے وہ بات کسی عالم سے بھی پوچھ سکتے ہو۔ اگر یہ بات بھول جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو دنیا سے پردہ فرما جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تو کوئی نہیں ہو گا۔ کوئی آپ کی طرح دوسرا انسان نہیں۔ لوگ تو ایک جیسے ہوں گے اور سارے دعوئی کر دیں گے کہ میں ولی اللہ ہوں میں ولی اللہ ہوں تو پھر بعد والوں کے لیے کیا پہچان ہو گی وہ کس کو ولی مانیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹا سا خوبصورت سا جملہ ارشاد فرمایا۔ فرمایا اس کو مانو جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے یہ نہیں فرمایا کہ جس کے پاس جانے سے دولت مل جائے جس کے پاس جانے سے بیٹے ہو جائیں۔ جس کے پاس جانے سے بیماری ٹلے یہ نہیں فرمایا ایسا آدمی جسے دیکھ کر اللہ یاد آ جائے جس کے پاس بیٹھ کر اللہ کی یاد دل میں بس جائے وہی ولی اللہ ہے۔ ایک شیخ کا کام ہے کہ آپ میں وہ امنگ پیدا کرے کہ آپ کو دور تک عمل کرنے کی آرزو پیدا ہو جائے عمل ارشاد باری پر ہو گا ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گا اگرچہ چیز میسر آ جائے تو پھر ان کا یہ کہنا۔

فقال الملوا الذین کفرو من قومہ ماھذ ا الا بشر مثلکم بھئی یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے پھر اس کی بات کا کیا اعتبار اور ان کا خیال یریدان یتفضل علیکم - یہ تو تم پر حکومت کرنا چاہتے ہیں یہ تو تم پر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ بڑا بننا چاہتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں یہ کتنا غلط اندازہ ہے جب وہ اپنی بات ہی منوانا نہیں چاہتا تو بڑا کیسے بننا چاہتا ہے جب وہ اپنی ہی آپ پر مسلط نہیں کرنا چاہتا اور جہاں آپ کو کہتا ہے کہ یہاں پیشانی زمین پہ رکھ دو وہاں اپنی پیشانی پہلے رکھ دیتا ہے تو پھر بڑا کیسے بننا چاہتا جہاں آپ کو کسی کام سے روکتا ہے خود رک جاتا ہے جہاں آپ کو کرنے کا حکم دیتا ہے خود کرتا ہے اس لیے کہ یہ اپنی اطاع کی دعوت نہیں دیتا اللہ کی اطاعت کی دعوت دیتا ہے تو یقیناً وہ تمہیں جیسا انسان ہو گا کہ زمین پر جب انسان بستے ہیں تو ان کی اصلاح کے لیے بھی اللہ ان ہی کو توفیق دے گا اس کے لیے یہ سوچنا جیسا آج کل پھر وہی سوچ ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ ہونے کے لیے آدمی کو پاگل ہونا چاہیے اسے عام لوگوں کی طرح کھانا پینا نہیں چاہیے اسے آبادیوں میں نہیں جنگلوں میں رہنا چاہیے اولیاء اللہ کو تو جنگلی جانور سمجھا ہوا ہے کہ وہ عام انسانی غذا نہیں کھاتے انسانوں کی طرح لباس نہیں پہنتے جنگلوں اور غاروں میں رہتے ہیں عجیب بات ہے اگر ولی ہے تو اس کا مطلب ہے تو وہ وارث ہے نور نبوت کا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے نارمل زندگی کس کی ہوتی ہے۔ اہل اللہ میں کچھ لوگ ہوتے ہیں جو جن کے ذہن ماؤف ہو جاتے ہیں لیکن وہ کمزور لوگ ہوتے ہیں مقامات ولائت میں حواس کو کھودینا یہ کمزوری ہے اس لیے کہ کوئی نبی مجذوب نہیں گذرا کسی نبی علیہ اسلام نے حواس نہیں کھوئے اگر کمال ہوتا تو نبیوں علیہم اسلام کو ملتا اگر جو اس کھوئے تو عام لوگوں نے کھوئے اپنے سٹیج پر کھوئے تو حواس کھو دینا جو ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو کسی صحابی کا ہوش سلامت نہیں رہا تھا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی چند لمحوں کے لئے حواس کھو بیٹھی فرمایا جس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا گردن اڑا دوں گا ایک ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے ہوش قائم رکھا اور فرمایا

وما محمد الا رسول قدخلت من قبلہ الرسل

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ نہیں ہیں ان سے پہلے جو رسول علیہ السلام ہیں وہ دنیا سے گزر گئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو تم دین چھوڑ دو گے تو سب کی گردنیں جھک گئیں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ہستی کہتی تھیں کہ میں نے یوں سمجھا جیسے یہ آیت ابھی

نازل ہو رہی ہے اس قدر ہمارے ذہن پہ اتنا بڑا صدمہ تھا کہ وقتی طور پر لیکن کمال کی دلیل کیا تھی کہ ان سب میں ان کی سطح پر غیر صحابی تو صحابی کے جوتے کی خاک کو بھی نہیں مل سکتا لیکن ہر سٹیج کا اپنا سٹینس اپنا معیار ہوتا ہے تو صحابہ کی سطح پر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہ نکلا اتنے بڑے سانحہ پر بھی اس قدر ثابت قدم رہنا یہ کمال کی دلیل ہے۔ میرے لطائف روشن ہو جائیں آدمی حواس کھو دے فنا بقاتک مراقبات ہو جائیں جو تصوف کی ابجد ہے آدمی ہوش کھو دے تو یہ تو کوئی کمال تو نہیں یہ تو کمزوری کی دلیل ہے۔

جب کوئی منزل پر پہنچتا ہے تو وہ سواری سے اتر کر عام آدمی جیسا پیدل ہو جاتا ہے کاملین کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے دل روشن ہوتا ہے لیکن نارمل زندگی میں وہ ہم جیسی عام زندگی گذارتے ہیں پتہ نہیں چلتا یہ کوئی ہم سے الگ آدمی ہے تو سب سے بڑے کمال کی دلیل یہ ہے اور یہ بہت مشکل ہے رنگ دار پگڑی پہن لینا بڑا سا چغہ پہن لینا ہر وقت تسبیح دکھانے کے لیے پکڑ لینا حلیہ بنا لینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ تو ہر نقال بھی کر لیتا ہے واقعی اللہ اللہ سیکھنا اور سیکھنے میں حواس کھو دینا یہ کمزوری کی دلیل ہے۔

ایک ولی اللہ کے حالات میں پڑھ رہا تھا تو حالانکہ ان کے منازل بہت نیچے ہیں بمشکل منازل عرش تک وہ پہنچ سکے ہیں تو وہ کہتے ہیں میں کوئی اوروں کی طرح تو نہیں ہوں کہ جنہوں نے ایک ایک گھونٹ پیا اور نعرے مارنے لگ گئے ہم تو ایسے لوگ ہیں دریائے فرد بروند و آروغ نہ زدند

ہم تو سمندر پی گئے اور ہم نے ڈکار تک نہیں لی کمال تو یہ ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام کا کمال یہی ہے کہ تمام کمالات کی جامع ایک ذات ہوتی ہے نبی علیہ السلام کی اور بالکل عام سی زندگی ہوتی ہے عام عام لوگوں کی طرح بیٹھنا اٹھنا عام لوگوں سے بات چیت کرنا عام لوگوں کی طرح کھانا پینا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کپڑوں پر پیوند لگا رہے ہیں کپڑے دھو رہے ہیں۔ بازار سے سودا لا رہے ہیں کھانا تیار ہو رہا ہے بیویوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں خود کندھے مبارک پر بوجھ اٹھایا ہوا ہے بازار سے سودا خرید رہے ہیں بالکل ایک عام زندگی جیسے عام آدمی کی ہوتی ہے۔

لیکن انہیں کفار کو دھوکہ یہ لگا کہ وہ کہنے لگے کہ اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو ہماری طرح سے تو نہ ہوتا اسے کوئی اور سا ما فوق الفطرت ہونا چاہیے یا اگر اللہ چاہتا تو کسی فرشتے کو نبی علیہ بنا کر بھیج دیتا یہ تو ایسے لگتا ہے جیسے اس آدمی کا دماغ خراب ہے یا اسے جنوں نے پکڑا ہوا ہے تو ایک یہ دلیل بھی اور ایک یہ سوچ بھی کہ ولی اللہ تو عام انسانوں جیسے نہیں ہوتے ہیں ہمیں ان کے فیضان سے محروم کر دیتی ہے ہمیشہ ان کی تلاش میں رہتے ہیں جو اب نارمل ہوں جو جنگلوں میں رہتے ہوں اور جنگلوں میں ولی تو نہیں پائے جاتے جنگلوں میں تو جنگلی ہی ملیں گے انسان تو نہیں ملیں گے اہل اللہ میں بہت نامور نام ایسے ملتے ہیں جن لوگوں نے ویرانوں میں پناہ لی لیکن آپ نے شاید ان کی زندگی کے حالات اور سوانح نہیں پڑھی انہیں شہروں سے نکال دیا گیا تب انہوں نے جنگلوں میں پناہ لی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ جیسے آدمی کو حکم دے دیا گیا تھا کہ اگر کسی آبادی میں دیکھے گئے تو قتل کر دیے جائیں گے ابوالحسن خرقانی کو نکال دیا گیا تھا حکومت نے شہر بدر کر دیا اس لیے کہ حکمران کے فیصلوں پر ملکی قوانین پر تنقید فرماتے رہتے تھے یہ ظلم ہے یہ زیادتی ہے مسلمانوں کی حکومت کو مسلمانوں پر اسلامی احکام نافذ کرنے چاہیں اپنی پسند نہیں کرنی چاہیے حکمرانوں نے اپنی اصلاح کی بجائے انہیں شہروں سے نکال دیا یہ الگ بات ہے کہ ان کے وصال کے بعد لوگ ان کی قبر پر غلاف چڑھانے دوڑتے ہیں ان کی زندگی میں یہ عقیدت مند ان کے قریب نہیں جاتے تھے۔

تو اگر حالات نے کسی کو آبادی سے نکال دیا تو بالکل الگ بات ہے اور کوئی خود بخود چلا گیا وہ مجذوب ہوگا اور جذب کمزوری کی دلیل ہے اور یہ طے شدہ قانون ہے کہ مجذوب سے دوسروں کو قطعاً" فائدہ نہیں ہوتا یعنی یہ تصوف کا ایک اصول ہے کہ جس آدمی پر جذب آ جائے وہ آپ کا

باقی صہ ۳۱ پر

# خالق اور مخلوق کا رشتہ

اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا۔ اور کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آگیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے (اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے۔ ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) گھڑت ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا بلکہ یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں۔ بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جس میں نبوت بھی داخل ہے) یا کیا ان کو آسمان و زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان کا اختیار حاصل ہے۔

(سورہ ص ۔ آیات ۴ تا ۱۰)

میں جیسے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ مذہب انسانی کی فطری ضرورت ہے اور اس کا خانہ انسانی میں ایسے رکھ دیا گیا ہے جیسے اسے بھوک لگتی ہے جیسے اسے پیاس لگتی ہے جیسے اسے نیند آتی ہے یا بالکل اسی طرح وہ مذہب کی ضرورت بھی محسوس کرتا ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ انسان آپ کو تاریخ کے مختلف ادوار میں اور آج بھی روئے زمین پر ایسے خطے موجود ہیں جہاں انسان لباس سے بے نیاز رہتا ہے اسے تمیز ہی نہیں ہے۔ کہ لباس بھی پہنا جاتا ہے پکانے کھانے کی تمیز نہیں ہے رہنے سہنے کی رشتوں ناطوں کی تمیز نہیں ہے لیکن اگر آپ ان لوگوں کو بھی دیکھیں ان لوگوں میں بھی جائیں تو مذہب کے نام پر کچھ نہ کچھ رسومات ان کے پاس بھی ہیں یعنی اس دور میں بھی جنہیں کھانا بنانا نہیں آتا یا لباس پہننا نہیں آتا ہے یا رشتوں ناطوں کی کوئی تمیز نہیں ہے ان میں بھی مذہب کے نام پر کچھ مذہبی رسومات بھی ہیں کچھ مذہبی رہنما بھی ہیں اور بلکہ ساری قوت ہی ان لوگوں کی ان مذہبی ادارے یا رہنما بنے ہوئے ہیں ان کے پاس یہ کافرستان ویلی میں جہاں ہم آتے جاتے رہتے ہیں اور بحمد اللہ وہاں دارالعرفان مرکز بھی ہے ساتھی ہیں وہاں جو لوگ کافر کہلاتے ہیں جنہیں کافر کہا جاتا ہے ان کا مذہب تاریخی اعتبار سے کم و بیش کوئی پانچ سے چھ ہزار سال پرانا ہے جو اس پر کتابیں لکھی گئیں یا اصل جو ریسرچ ہو رہی ہیں یا لکھی جاتی ہیں ان مصنفین کے مطابق ان کی رسومات جو ہیں وہ پانچ چھ ہزار سال پرانی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جتنا پیچھے آپ چلے جائیں وہاں مذہب کے نام پر کچھ نہ کچھ ملتا ہے اس کی تعبیرات بدلتی رہتی ہیں اور باطل اور حق میں جب بھی فاصلہ آیا جب بھی آپ اسے الگ الگ دیکھنا چاہیں پورے اس سسٹم میں پوری انسانی تاریخ میں باطل میں اس خانے کو جو انسان کے مزاج میں مذہب کے لئے اللہ نے رکھا ہے وہ اس لئے رکھا ہے کہ مذہب ہی ایک رشتہ ہے خالق اور اس کے بندے کے درمیان وہ طلب اللہ تمام

باطل مذاہب میں ایک قدرے مشترکہ یہ ہے کہ انہوں نے مذہبی رسومات کے ساتھ دنیوی فوائد کو جوڑ دیا ہے اگر انہوں نے کسی کو مذہبی تقدس کسی انسان کو دیا تو کہا کہ بھئی اس کو خوش کرو گے تو تمہاری بیماریاں ٹھیک ہو جائیں گی یہ راضی ہو گا تو تمہیں دولت ملے گی یہ راضی ہو گا تو تمہیں اولاد ملے گی یا پھر اسی انسان کا بت بنا لیا اسے خوش کرو یا کسی نے اگر سورج کی پوجا کی کسی نے درختوں کو پوجا دریاؤں کو یا چاند کو یا جانوروں کو یا آگ کو تو ان کے پوجنے کے انداز مختلف ہوں گے ان کی رسومات مختلف ہوں گی لیکن اگر آپ سارے مذاہب باطلہ کو یکجا کریں تو ایک چیز سب میں ہو گی یہ رسم اس طرح کرنے سے وہ دنیوی فائدہ ہو گا یعنی باطل مذاہب نے اور باطل پرست لوگوں نے مذہب کے اس خانے کا یا فطری اس جذبے کا غلط فائدہ یہ اٹھایا کہ ان مذہبی رسومات کو دنیوی امور کے ساتھ پیوست کر دیا تو مذہب کی اہمیت یہ رہ گئی۔

ہمارے یہاں ایک آدمی ہوا کرتا تھا اس کی عمر ساٹھ سے اوپر تھی شاید اب بھی ہو عرصہ ہوا مجھے فوج میں ہیڈ کلرک قسم کا تھا۔ تو وہ پنشن پر آ بھی گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہاں تو ماحول ایسا ہے تو جب تمہاری موت آئی تو کوئی جنازہ نہیں پڑھے گا یہ تو بڑا عجیب سا ہے بلکہ ایک دو چار ایسے ہوئے ایک دو لوگ مر گئے ان کی شہادت نہیں تھی کہ انہیں کسی نے نماز پڑھتے دیکھا تو لوگوں نے جناہ نہیں پڑھا انکار کر دیا کچھ ماحول مذہبی تھا یہ آج سے کچھ سال پہلے کی بات ہے اب تو یہاں بھی زیادہ وہ نئی روشنی آرہی ہے تو انہے انہوں نے مجبور کیا کہ نمازیں پڑھا کرو آخر مسلمان ہو فرض ہیں تو اس نے ایک دو دن نماز پڑھی اور پھر چھوڑ دی تو وہ کہنے لگا مجھے ساٹھ برس بخار نہیں ہوا تم نے مجھ سے نماز پڑھائی مجھے بخار ہونا شروع ہو گیا ساٹھ برس تک یعنی ایک عجیب بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ ہے کہ اس مذہبی عبادت کو اس نے جو اپنا فزیکل سٹرکچر ہے اس کے ساتھ جوڑ رکھا تھا یہ شاید بخار نماز پڑھنے کی وجہ سے ہو گیا ہے یا کسی کا بخار اتارنے کے لئے کوئی کہتا ہے کہ نماز پڑھو بخار اتر جائے گا تو یہ وہ فلسفہ ہے جسے باطل نے مذہب کے خانے میں سمو دیا۔

مذہب کا کام کیا ہے ادم علی بنبینا علیہ الصلوہ والسلام سے لے کر حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی نبی اور رسول علیہم السلام آئے سب کی بنیاد یہ تھی لا الہ الا اللہ سب کی بنیاد یہ تھی سب نے آخرت کا عقیدہ دیا سب نے حساب و کتاب کی بات کی سب نے زندگی موت اور زندگی میں اللہ سے تعلق رکھنے پر انعامات اور اللہ کی نافرمانی پر عذاب کی بات کی کوئی نبی علیہ السلام ایسا مبعوث نہیں ہوا جو یہ کہے کہ یہ عبادت کرو تو بخار اتر جائے گا یہ عبادت کرو تو دولت ملے گی نہیں مذہب کا ان چیزوں سے تعلق ہی نہیں مذہب کا تعلق ہے اللہ اور اللہ کے بندے کے درمیان رشتے کے ساتھ جس کا موضوع ہی ہے

The Relations ship Between the creator and the creation

خالق اور مخلوق کے درمیان رشتہ کیا ہے اور اس رشتے کے تقاضے کیا ہیں کون سی مخلوق تقدیر کے دھارے میں بہنے والی ہے اور کون سی مخلوق ہے جس کے کردار پر تقدیریں مرتب ہوتی ہیں بنتی اور بگڑتی ہیں کون سی مخلوق کتنی ذمہ دار ہے اور اسے کس انداز سے جینا ہے اب اس کے ساتھ دنیوی امور ہیں کاروبار ہے صحت و بیماری ہے دوستی اور دشمنی ہے تو ان کے نبانے کا ان سے نبرد آزما ہونے کا ایک طریقہ اللہ کریم نے دے دیا دھوپ سے بچنے کے لئے جیسے آپ مکان بناتے ہیں۔ بیماری سے بچنے کے لئے کوئی دوا کھائیے سردی سے بچنے کے لئے جس طرح لباس پہنتے ہیں دولت کمانے کے لئے جائز و سائل اختیار کیجئے سخت محنت کیجئے یعنی یہ ایک نیچرل پراسس ہے اور وہ ہر طرح کی مخلوق کے لئے الگ ہے جانوروں کا الگ ہے پرندوں کا الگ ہے اب مخلوق کا الگ ہے صحرائی جانوروں کا الگ سسٹم ہے برفانی جانوروں کا الگ نظام ہے اس طرح انسانیت کا اپنا ایک نظام ہے زندگی کرنے کا رہنے سہنے کا اپنی تکالیف اپنی

پریشانیوں سے جینے کا اسی نظام کو یا اپنی فکر پہ اختیار کیا جاتا ہے تو جیسا جی چاہے آدمی کرتا ہے اس طرح کرے تو انسان کی فکر دربدر ٹھوکریں کھاتی ہے کہ یہاں سے کچھ ملے گا وہاں سے ملے گا وہاں سے ملے گا۔

یا پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس سارے نظام کو بھی اس طرح کیا جائے جس طرح اللہ کریم اس کا طریقہ بتائیں تو یہ دو حصے ہو گئے مذہب کے ایک تو سب سے پہلے کہ اللہ سے تعلق قائم کیاجائے دوسرا یہ کہ جو عمل ہم زندگی بھر کرتے ہیں اس تعلق کے ذریعے اللہ سے پوچھ کر وہ طریقہ سیکھ کر اس کے مطابق کریں تو یہ ہوگیا مذہب اب اس میں بہت بڑا اچھا مذہبی آدمی بیمار بھی ہو سکتا ہے کوئی بڑا نیک آدمی مالی طور پر نقصان اور خسارہ بھی لے سکتا ہے اس پر تکلیفیں بلکہ کائنات بسیط میں اللہ کرم کے بعد بزرگ ترین ہستی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کسی نبی اور رسول علیہ السلام پر بھی اتنی تکلیفیں نہیں آئیں جتنی مجھ پر آئی ہیں یعنی اگر نیکی سے یا قرب الٰہی سے دنیوی مصائب کا سدباب مقصود ہوتا تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف آنے کا کیا مقصد۔ بلکہ اگر آدمی اس اصول کو اپنانا چاہتے جو اللہ کریم عطا فرماتے ہیں تو اسے زیادہ مشکلات فیس Face کرنا پڑتی ہیں اسی لئے کہ مخلوق کی اکثریت اس س محروم ہوتی ہے اور لوگ اپنی پسند سے رہنا چاہتے ہیں ان میں آپ جب اس پسند کے مطابق ایڈجسٹ ہونا چاہتے ہیں جو اللہ کی ہے تو آپ کے گرد چونکہ بے شمار لوگ یا زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اس سے محروم ہوتے ہیں ان کا جو رہنے کا انداز ہے وہ جدا ہوتا ہے آپ ان سے بالکل ایک الگ پیش کرتے ہیں تو وہ کثرت میں ہوتے ہیں آپ تھوڑے ہوتے ہیں تو زیادہ جو دباؤ ہے وہ تھوڑوں پر ہی آتا ہے تو اس طرح سے تکالیف نیک لوگوں کو زیادہ فیس کرنا پڑتی ہیں کیونکہ نیک ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں علم یا تعلق باللہ ایک منزل ہے جس کے لئے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اللہ کی طرف جانے کے لئے اور اللہ سے محرومی اور جہالت اس کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا وہ ہر آدمی کو بغیر کچھ کئے مل جاتی ہے اس لئے اس طرف لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے یہ غلط فہمی ہر مذہب کو ختم کرنے کا سبب بنی آپ جتنے مذاہب کی تاریخ پڑھیں گے انبیاء علیہم السلام کی تو ہر مذہب کا خاتمہ اس پر ہوا کہ مذہب کو تعلق باللہ کا ذریعہ بنانے کے بجائے دنیوی امور کا سبب اور جنتر منتر بنا لیا گیا اور وہ جو اصل بات تھی چلی گئی پھر وہاں عبادات کی جگہ رسومات آئیں ابتدا اور آخر میں رسومات کی جگہ خرافات نے لے لی اور لوگ بلکہ اس سے بیگانہ ہو گئے تعلیمات سے۔

لیکن یہ مذہب جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے حاصل کیا اور یہ جو برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ آخری دین ہیں آخری نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری کتاب ہے اور اس کے بعد کوئی نئی کتاب نیا نبی نہیں آئے گا نیا مذہب نہیں آئے گا پھر اس کی حفاظت رب کریم نے خود ذمہ لے لیا تو اگرچہ بے شمار اس پر بھی حملے ہوئے رسومات کے خرافات کے لیکن اللہ نے ہمیشہ ہر دور میں ایسے لوگ رکھے جو خالص اور کھرا مذہب بھی اپنائے رہے اور اسے اگلوں تک پہنچاتے اور یہ انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا جب تک اللہ اس کائنات کو قائم رکھیں گے۔

یہی بات ان آیات کریم میں سورۃ ص کی یہ آیات ہیں انہی پر بات ہوتی ہے فرمایا وعجبوا ان جا ہم منذر منہم انہیں اس بات سے حیرت ہوتی ہے کہ انہی میں کا ایک آدمی ان رسومات میں پھر یہ بات بھی آئی ناکہ نبی اور رسول علیہ السلام جو ہے وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہونی چاہئے اور اس میں وہ عجائبات ہونے چاہئیں کہ اس پر دنیا کی کسی تکلیف کا اثر نہ ہو جو اس کے ساتھ وابستہ ہو کر اس کی تکلیف بھی مٹ جائے تمام باطل مذاہب میں جتنے اس کے مقدس بت یا مقدس لوگ ہیں ان کے ساتھ یہی چیز وابستہ ہے پھر جب مذہب حقہ سے لوگ ڈگمگاتے ہیں تو وہاں بھی وہ خرافات آجاتی ہیں وہ کہتے ہیں نبی علیہ السلام یہ تو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے سوتا جاگتا ہے یہ تو مافوق الفطرت ہستی ہونی چاہئے اور بجائے اس کے اسے خود بھوک لگے یہ ہماری

بھوک کا کوئی کرنا چاہیے بجائے اس کے اسے کوئی نیند آئے اسے ہماری نیندوں کا کچھ کرنا چاہیے بجائے اس کے اسے خود بیماری آ لگے اسے ہمیں بیماریوں سے بچانا چاہیے۔

وہ کہنے لگے یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ جو بندہ آخرت کی بات کرتا ہے اور اعمال پر جزو سزا کی بات کرتا ہے ہمیں میں سے ہم جیسا آدمی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر چونکہ ان کی باتیں جو ہیں وہ بڑی عجیب ہیں عام آدمی انہیں بغیر ان کے سنے کے سمجھ نہیں سکتا پھر وہ جوبات کر رہے ہیں ان میں وزن ہے ان میں منطق ہے وہ معقول ہے اور اس میں لاجک ہے اور وہ سمجھ آنے والی ہے تو پھر یہ بات کہاں سے آئی اس کے پھر انہوں نے دو جواب دیئے کہا ایک تو یہ ہے کہ جادو گر ہے یہ جو عجیب و غریب کام ہیں اس کے یہ جادو گر ہے یہ جادو کے زور سے یہ باتیں سوچتا ہے اور جادو ہی کے زور سے یہ کلام ایجاد کرتا ہے اور کذاب یہ غلط کہتا ہے یہ جو کچھ کہتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا بس اس نے اپنے جادو کے زور سے یہ کچھ نظم کر لی پہلے کچھ بات بنالی ہے کچھ باتیں جمع کر لی ہیں کیوں جھوٹا ہے تو وہ کہتے ہیں بھئی دیکھو اتنا وسیع نظام ہے اس کے اتنے شعبے ہیں Dimentions ہیں ایک آدمی کی زندگی کی ایک آدمی کے ایک لمحے کی اتنی Dimentions ہیں کہ آدمی انہیں کاونٹ نہیں کر سکتا شمار نہیں کر سکتا ایک لمحے میں ایک آدمی میں کتنے سیل بنتے ہیں کتنے فناء ہوتے ہیں کہاں تک اس کی نظر اسع ہوتی ہے کتنی اس کی قوت سماعت استعمال ہوتی ہے کتنا بوجھ اس کے ذہن پر پڑتا ہے کتنی اس کی چلتی ہے کتنا سفر اس کا خون کرتا ہے اسے پانی کی ضرورت پیش آتی کتنی اسے ضرورت کھانے کی ہوتی ہے ایک ایک لمحے میں کروڑوں جو ہیں وہ سیل ایک وجود میں مرتے ہیں اور اربوں سیل ایک میں بنتے ہیں یعنی ایک وجود جو ہے وہ ایک الگ جہان ہے جس میں ایک لمحے میں کروڑوں انقلاب بیت جاتے ہیں اور دنیا میں آپ دنیاؤں کا حساب نہیں کر سکتے و کا حساب نہیں کرتے آپ اس سسٹم کو سمجھ نہیں سکتے اس میں کتنی وسعتیں ہیں اس آدمی کو دیکھو یہ کہتا ہے اس سارے نظام کو ایک ہی چلا رہا ہے یہ کیسے ممکن ہے۔ یعنی یہ بات انہیں حیرت زدہ کر دیتی ہے کہ یہ عجیب بات ہے۔

اجعل الا لهتہ الها واحدا یہ کہتے ہیں ایک ہی ایسی ہستی ہے جس کے سامنے سرجھکایا جائے جس سے ساری مناجات و دعا کی جائے اسی کی عبادت کی جائے اس سے تعلق قائم کیا جائے اسی کے کہنے کے مطابق عمل کیا جائے تو یہ شعبے اتنے ہیں کہ گنے نہیں جاسکتے تو ایک کون ہو سکتا ہے جو ہر شعبے کو چلا دے۔

یہ بات ہم میں آج بھی ہے آپ نے دیکھا ہو گا ایک ایک بات ہے کوئی بزرگ کوئی زندہ ہے کوئی نیک آدمی ہے کوئی نیک جگہ ہے۔ وہاں آپ بیٹھ کر دعا کرتے ہیں تو ظاہر ہے ہر مقام پہ ایک فرق پڑتا ہے ہر فرد کا بھی ایک فرق پڑتا ہے آپ تلاوت کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں نماز کے بعد دعا کرتے ہیں اس کا ایک اور اثر ہے راہ چلتے ہوئے دعا کرتے ہوں اس کا ایک اور اثر ہے آپ کسی نیک مجلس میں بیٹھ کر دعا کرتے ہیں اس کا ایک اپنا اثر ہے اسی طرح کسی نیک شخص کے مزار پر بیٹھ کر دعا کرنا اس کی ایک اپنی برکت ہے اس سے آپ' آپ انکار نہیں کر سکتے ہر جگہ کی ایک برکت ہے ہر فرد کی ایک برکت ہے یہ عمل کی ایک برکت ہے اور مخلوق کے واسطے سے دعا کرنا یہ ثابت ہے۔

آپ نے بخاری شریف کی مشہور حدیث پڑھی سنی ہو گی کہ جب لوگوں نے اپنے عمل کا واسطہ دے کر دعا کی بار ہا میں نے یہ عمل کیا تھا تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے تو عمل بھی تو مخلوق ہے بات تو یہ ہے کہ مخلوق کا واسطہ دیا گیا اور اللہ نے اسے قبول فرمایا تو اگر میرا عمل مخلوق ہے تو اللہ کے نیک بندے میرے عمل سے اللہ کی بہتر مخلوق ہیں کوئی ایسی بات نہیں لیکن اگر اس کو ہم اس طرح کر دیتے ہیں کہ جناب اس مزار پر اولاد کے لئے دعا کرو اس مزار پہ ریح کے درد کی دعا کرو اس مزار پر آنکھوں کی دعا کرو یہ شعبے کس نے بانٹے کیا دلیل ہے ہمارے پاس آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مرکز نیکی کی جگہ ہے ہمیشہ بنیاد ہی اللہ اللہ پر رکھی گئی ہمیشہ اللہ اللہ ہی ہوتی ہے یہاں کوئی جھگڑا یا کوئی خلاف

انی جاعل فی الارض خلیفۃ (۲-۳۱)

میں (اللہ) زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

# الاخوان کا اجتماع

## الاخوان کا آل پاکستان

اجتماع عام ماہ نومبر میں منعقد ہو رہا ہے
جس میں ملک محمدؐ اکرم اعوان سرپرست اعلیٰ
الاخوان انتہائی اہم اور تاریخی **خطاب**
فرمائیں گے۔

مقام، تاریخ اور وقت کا اعلان المرشد کے اکتوبر کے شمارے میں ہو گا۔

**تاج رحیم**
جنرل سیکرٹری

**الاخوان (پاکستان)**

شریعت کوئی نہیں اسلام کا بہت بڑا کام ہو رہا ہے یہاں دعا کی جائے تو پھر یہاں دعا کرنے میں تقسیم کس نے کیا یہاں آنکھوں کے مرض کے لئے دعا کرو اولاد کے لئے اگلی مسجد میں جاؤ یہاں اس مزار پہ آپ ریح کے درد کی دعا کریں سر کے درد کے لئے اگلے مزار پہ جائیں۔

تو اس کا ردعمل یہ ہوا کہ لوگوں نے پھر سرے سے یہ کہا کہ مزارات ہی اکھیڑ دو اس کے سر میں درد ہے تو معالج نے کہا سر کاٹ دو تو وہ دو الگ الگ فرقے بن گئے ایک مذہب کے دو حصے ہو گئے لوگوں نے لڑنا ایک دوسرے کا سر پھوڑنا شروع کر دیا تو کسی نے درمیانی راستے کا تکلف نہ کیا؟ کہ افراط و تفریط کو چھوڑ دیا جائے اس کے درمیان ایک راستہ ہے تو یہ چیزیں کیوں آئیں ہم نے مساجد کو ہم نے نیک لوگوں کو ہم نے بزرگوں کو سر درد کی پڑیا کیوں سمجھنا شروع کر دیا حیرت ہوتی ہے جن لوگوں نے سب سے زیادہ اللہ کے مقرب بندے کو سب سے پہلے اپنایا اور جو سب سے زیادہ اللہ کے مقرب بندے بنے۔

والسا بقون الاولون من المھا جرین والانصار انہیں دنیا میں سب سے زیادہ مصیبتیں بھگتنا پڑیں اگر نیکوں کا قرب مصیبتوں کا دافع تھا تو سب سے زیادہ مستحق تو وہ لوگ تھے جو مکی زندگی میں ایمان لائے جنہوں نے مدینہ منورہ میں انصار ہونے کا شرف حاصل کیا ان پر کوئی مصیبت نہ آتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ تکالیف انہوں نے برداشت کیں چونکہ مذہب کا مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ دنیاوی تکالیف اٹھ جائیں گی مذہب کا مقصد یہ تھا کہ اس بندے کا تعلق رب جلیل سے کتنا مضبوط اور کتنے قرب کا اور کتنی محبت کا قائم ہوتا ہے اور انہیں وہ اس درجے نصیب ہوا کہ کوئی ان کی نظیر عالم میں پیش نہیں کر سکتا۔

وہی مذہب آج بھی ہے اور عظمت رسالت اور عظمت دین تب ہی ہو گی جب ہم اس کو اس نگاہ سے دیکھیں گے کہ اس کے ذریعے مجھے اللہ کے ساتھ کیسا اور کتنا تعلق نصیب ہو رہا ہے اس کے لئے کہیں دور پوچھنے نہیں جانا پڑتا کہ کوئی مجھے بتائے میرا اللہ کے ساتھ کتنا تعلق ہے کسی نے پوچھا تھا آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے اس نے کہا کہ مجھ سے کیوں پوچھتے ہو خود سے کیوں نہیں پوچھتے یہ بات مجھ سے کیوں پوچھتے ہو خود سے پوچھو اللہ سے تعلق دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی خود سے پوچھا جائے ہم اپنی تنہائیوں میں اپنے اندھیروں میں اپنی سوچوں میں اپنی خواہشات میں خود کو تنہا پاتے ہیں یا ہمارے ساتھ ہمارا اللہ بھی ہے اگر ہے تو ہمارا تعلق ہے صرف یاد آتا ہے اور کام اپنی مرضی کا کرتے ہیں تعلق ہے کمزور ہے اور اگر ہے اور ہماری مرضی بن جاتی ہے اور اس کے رخ انور کو دیکھ کر کہتے ہیں اچھا جیسے آپ کا حکم ایسا کریں گے تو تعلق کا مزا آگیا فھو المقصود دین کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ کو بھوک لگے کھانا ہے انہیں جانور کی طرح جو آگیا وہ تو نہیں کھانا ہے جی کیا کھاؤں کیسے کھاؤں اللہ کریم تو دل میں موجود ہے اب وہ عمل پیٹ بھرنے کے لئے کروں کہ اللہ کریم میرے دل سے اپنی تجلیات کو اٹھا لیں اور وہاں شیطان ڈیرہ لگالے تو لف ہے ایسے کھانے پر میں کیوں کروں بھائی لیکن یہ احساس تب ہو گا جب وہاں وہ تعلق ہو گا وہاں ہے ہی نہیں۔

عطا اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ تقسیم ملک سے پہلے بھون میں تقریر فرما رہے تھے جلسہ تھا بڑا کسی ہندو نے ایک چٹ بھیجی لکھ کر سوال کے طور پر کہ جناب مجھے ایک بات کا جواب دیجیے آپ اتنا زور لگا رہے ہیں اسلام کی حقانیت پر اور مذہب میں رشتہ جو ہوتا ہے شادی کا یا مرد اور عورت کا اسے بہت اہمیت حاصل ہے کہ نسل انسانی اس سے بڑھتی ہے ہم ہندو ہیں آپ ہمارے خلاف بات کر رہے ہیں لیکن ہندو کی ایک جب خاتون اور ایک مرد کی شادی ہوتی ہے تو وہ کبھی ٹوٹتی نہیں ہمیشہ اس کی رہتی ہے اس میں کوئی طلاق یا دوسرے خاوند کی دوسری بیوی کی گنجائش نہیں رہتی آپ اسلام پہ اتنا زور لگا رہے ہیں اسلام میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے طلاق ہو جاتی ہے تو پھر یہ ہندومت سے تو کمزور ہی ٹھہرا تو شاہ صاحب بڑے مزے کے آدمی تھے انہیں پتہ ہے کہ یہ بنیا ہے دکان پہ بیٹھنے والا پکوڑیاں تولنے والا اب اسے میں

علمی بحث میں الجھاؤں تو اس کے پلے کیا پڑے گا جلسہ سننے والے عام لوگ ان میں کونسے علماء بیٹھے ہیں ان کے پلے کیا پڑے گا تو انہوں نے سادہ سی انہوں نے آدمی جو پاس تھا ادھر آنا ادھر آنا انہوں نے کہا ایسے کرو دونوں ہاتھ اس نے دونوں ہاتھ ایسے کھڑے کیے شاہ صاحب کے پاس سوٹا تو ہوتا تھا درمیان میں سوٹا دے مارا بھئی کیا ٹوٹا اس نے کہا کچھ نہیں ٹوٹا بھئی دونوں ہاتھ ہیں خالی ہیں درمیان سے سوٹی گزر گئی ٹوٹے گا کیا انہوں نے ایک کچا سا دھاگا پکڑا دیا یہ دھاگا پکڑ رکھو۔ کھینچ کر رکھو پھر سوٹی دے ماری کیا ہوا بھائی دھاگا ٹوٹ گیا انہوں نے کہا کہ ارے میاں سوال کرنے والے ٹوٹنے کے لئے نکاح کا ہونا شرط ہے ہندوؤں میں ہوتا نہیں ٹوٹے گا کہاں اسلام میں ہوتا تو ٹوٹتا بھی ہے ہندوؤں میں تو ہوتا نہیں تو تمہارا جانوروں کی طرح تعلق ہے آپ نے کبھی گائیں بھینسوں کو نکاح طلاق کے مسائل میں الجھتے ہوئے دیکھا ہے جب ہو گا نہیں تو ٹوٹے گا کہاں سے۔

میں اس میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ کریم کا ذرہ دل میں ہو گا نہیں تو اس کے ٹوٹنے کا احساس کب ہو گا۔ یہ جو ہم کہتے ہیں نا پتہ نہیں چلتا اس بات سے اللہ راضی ہے مجھے تو احساس نہیں ہوتا مجھے تو احساس نہیں ہوتا میں تو حرام بھی کھا لیتا ہوں پتہ نہیں چلتا جھوٹ بھی بول لیتا ہوں پتہ نہیں چلتا چوری بھی کر لیتا ہوں کوئی پتہ نہیں چلتا تو پتہ کیسے چلے۔ پتہ چلنے کے لئے پہلے آپ ان تجلیات کو دل میں لائیے وہ جمال دل میں موجود ہو وہ ذات دل میں تشریف فرما ہو پھر اگر وہ اپنی تجلی سلب کر لے تو پتہ چلے کچھ تھا اور وہ چلا گیا تو جب ہوتا ہی کچھ نہیں ہو گا ہی کچھ نہیں تو اس کے جانے کا احساس کب ہو گا اصل مصیبت یہ ہے کہ ہم رسومات میں اس لئے کھو جاتے ہیں کہ ہم اس طرف سے سوچتے ہی نہیں دنیوی امور میں اگر ہم دکان کرتے ہیں تو اس کی باریکی تک جاتے ہیں کہ یہ دکان کس شعبے کی ہے اس میں کیا۔ آنا چاہئے کیا بیچنا چاہئے کس چیز کو فورا لایا جائے کون چیز جو ہے اس کی سیل ختم ہو رہی ہے اس کو بند کر دیا جائے شعبہ۔ ہم شعبہ کاشتکاری کرتے ہیں میں نے بوڑھے بوڑھے بزرگ کسانوں کو دیکھا ہے میں خود اب تک کرتا رہا ہوں کاشتکاری اپنے ہاتھوں سے اب میرے پاس فرصت نہیں ہوتی چلو چھٹی مل گئی تو ساری عمر ایک ہی کام کرنے والے لوگ پھر پوچھتے ہیں کیا فصل کٹائی شروع کر دیں نہ کریں بھئی اسی برس ہو گئے تمہیں اسے بیجتے اور کاٹتے تمہیں کیا ضرورت ہے بیجائی کا وقت ہو گا یار آجکل بیجائی شروع کریں نہ کریں کونسا بیج ڈالا جائے کھاد کیسی ڈالی جائے۔ بارش پھر ہو گئی یار ایک بار زمین پر ہل چلا کر بیجیں یا ایسے بیج دیں اس لئے کہ ہمیں اس میں کسی حاصل کی یا کسی نقصان کی امید ہوتی ہے تو اس میں لگے رہتے ہیں ملازمت ایک آدمی کو عرصہ ہو گیا ملازمت کرتے لیکن پھر وہ اپنے کلیگ سے مشورہ کرتا ہے کیا کروں کیا نہ کروں دین کے معاملے میں جس سے پوچھو کہتا ہے ٹھیک ہے چل رہا ہے گزارا مجھے خود پتہ ہے تم اپنا پاس رکھو اس لئے کہ ہم نے یہ سوچا ہی نہیں کہ اس میں بھی کوئی نفع و نقصان ہے یعنی بنیادی طور پر ہم پہلے اپنے یقین کو وہاں لے جائیں جہاں ہمیں یہ اعتماد آئے یہ جو کچھ جسے دین کے نام پر ہم نے اپنایا ہے اس میں بھی کچھ حاصل ہوتا ہے یا حاصل نہ ہونے کی صورت میں نقصان ہوتا ہے محنت برباد جاتی ہے پکی ہوئی فصل پہ گڑا پڑ جاتا ہے کچی کاٹنے سے اس کے دانے مر جاتے ہیں تو اسے کیا کیا جائے یہ احساس زندہ ہو تو ہم روزانہ ہر پڑوسی سے ہر ساتھ نماز پڑھنے والے سے ہر ساتھ چلنے والے سے پوچھتے رہیں کہ یار میں نے یہ کام کیا تھا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے وہ کام کرنا ہے مجھے تو اس کو کس انداز سے کیا جائے چلو کسی سے پوچھ لیں یا سیکھ لیں یا کسی کتاب ہی میں دیکھ لیں اس کے لئے بنیادی طور پر ہمیں دین کو ایک حقیقت کے طور پر اپنانا ہوا گا ہم نے جو اپنایا ہوا ہے یہ ہے By birth Accident ایک حادثاتی طور پر ہم میں اسلام گلے پڑ گیا ہم پیدا ہوئے والدین مسلمان تھے یہ ہمارا آبائی دین بن گیا ہم اسے نبھا رہے ہیں اگر نہیں تو نبھائیں گے تو یہ تو باپ دادا کی بھی نکلتی ہو گی اللہ اس پر نجات کر دے تو نجات مقصد نہیں ہے مقصد تو اس کا قرب

ہے اور بغیر قرب کے نجات ملے گی نہیں اس کو مقصد ہی بنائے رکھے تو اس کا ذریعہ وہی ہے ملے گی اس کے مقربین ہی کو تو پہلے یہ احساس زندہ کیا جائے کہ یہ مذہب محض اسم نہیں ہے یہ ایک رشتہ ہے میرا اور میرے مالک کا اس وقت ضرورت محسوس ہو گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی وسلم کی کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات و برکات کے وہ رشتہ استوار ہی نہیں ہو سکتا اور پھر عظمت رسالت کا حقیقی احساس ہو گا کہ مجھے اس بارگاہ سے کیا ملا ورنہ محض رسم ہو گی۔

ہمارے ہاں ایک بزرگ ہوا کرتے تھے وہ روز ہماری مسجد میں جھگڑا ہوتا ایک ہمارے چچازاد ہیں وہ کہتے ہیں درود بلند آواز سے نہ پڑھو وہ زور زور سے پڑھتے روز تماشہ ہوتا تو میں نے کہا چچا آپ آرام سے پڑھ لیا کریں درود پڑھنا ہے تو آرام سے پڑھنا ہے تو اور مزا آئے گا تو کیا فائدہ تو وہ کہنے لگا کہ کون کافر مزے کے لئے پڑھتا ہے میں بھی تو اسے جلانے کے لئے پڑھتا ہوں۔

یعنی درود شریف پڑھ کر بھی وہ اسے پریشان اور اسے تنگ کرنا چاہ رہا تھا اس کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ میں یہ درود پڑھتا ہوں تو اس کا کیا اثر ہے کیا اہمیت ہے یا اس کا کیا حاصل ہے کس انداز میں وہ حاصل زیادہ کیا جاسکتا ہے یہی بنیادی وجہ ہے ہماری کہ دین کو ہم سمجھ نہیں پا رہے کتنی جماعتیں ہیں جو دینی کام کرتی ہیں اگر یہ سارے دینی کام کرتے ہیں تو آپس میں کیوں لڑتے ہیں یعنی جماعت اسلامی بھی کہتی ہے دینی کام کر رہے ہیں تبلیغی جماعت بھی کہتی ہے دینی کام کر رہے ہیں ہم بھی کہتے ہیں دینی کام کر رہے ہیں جمعیت علمائے اسلام کہتی ہے دوسری جمعیت کہتی ہے تو آپس میں بھی جمعیتیں تقسیم ہوتی جاتی ہیں آپس میں جماعت اسلامی تقسیم ہوتی جاتی ہے آپس میں سارے پھر ہم اور وہ ایک دوسرے پہ پھرا الجھنا یہ لڑنا کیا ہے کیوں ہے یعنی ایک کاشتکار کتنے شعبوں میں کام کرتا ہے وہ بنے بناتا ہے وہ زمین جوتتا ہے دیواریں بناتا ہے وہ باغ لگاتا ہے وہ پانی دیتا ہے تو اگر مختلف آدمی ایک ایک کام بانٹ لیتے ہیں ایک کھیت کو پانی دے رہا ہے دوسرا اس کی بجائی کر رہا ہے تیسرا گوڈی کر رہا ہے چوتھا باڑ لگا رہا ہے تو کام تو آسان ہو گیا انہیں لڑنے کی کیا ضرورت ہے لیکن ہم لڑتے ہیں۔

تو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مزے دار بات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں علماء کا امتحان ہی یہی ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ میں دینی کام کر رہا ہوں تو وہی کام کوئی دوسرا شروع کر دے تو اگر خلوص نہ ہو تو اس سے لڑ پڑتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ دین کی آڑ میں اپنی ذات کی اشاعت کر رہا ہے اور اگر خلوص ہو تو کوئی دوسرا بھی وہی کام شروع کر دے تو اسے گلے لگا لیتا ہے کہ میں تو اکیلا کر رہا تھا اب دو ہو گئے ہیں زیادہ کام ہو گا تو اگر ہم دین کی اس بنیادی بات کو جسے آپ فلاسفی کہہ سکتے ہیں اس کو ہم سمجھ لیں تو میرے خیال میں لڑنے کی ضرورت اٹھ جائے گی چونکہ ہمارا مقصد تو قرب الٰہی کو پانا اور اللہ کی منشا کو کائنات میں غالب کرنا ہے تو پھر ایک شعبے میں اب جماعت اسلامی سیاسیات میں ہے چلو دوسری دو دینی جماعتیں سیاسیات میں ہیں تبلیغی جماعت تبلیغ کرتی ہے تو اچھی بات ہے ایک شعبے میں وہ وہ کر رہے ہیں ایک شعبے میں وہ کریں تو وہ سیاست والوں کو ساتھ لے جائیں انہی دین سکھائیں تبلیغ والوں کو سیاست کی باتیں بتائیں تو میرے خیال میں بہت زیادہ کام ہو سکتا ہے لیکن یہ تب ہو جب سب کے پیش نظر وہ بنیادی دین ہو دین اللہ سے تعلق کا نام ہے محض اپنی ایک جماعت بنا لینے کا محض اپنے ساتھ لوگ جمع کر لینے کا، محض شہرت حاصل کر لینے کا یا محض دنیاوی ذرائع حاصل کر لینے کا نام نہیں ہے اور میرے خیال میں ہم میں سے بہت کم لوگ ہیں جن کی سوچ وہاں تک پہنچی سب پیچھے پیچھے مار کھا گئے۔

اس چیز نے ہی کفار کو پریشان کیا تھا رہ کہتے تھے یہ عجیب بات ہے کے بے شمار شعبہ ہائے زندگی ہیں اور یہ بھی ہمارے جیسا ایک آدمی ہے وہ اس بات کو سمجھ ہی نہ سکے کہ آدمیوں میں سے ہی ایک ہستی کو اللہ جب پسند کرتے ہیں تو اسے سب کچھ اپنی بارگاہ سے دے دیتے ہیں اور اسے اس کے حاصل کرنے کیلئے محنت نہیں کرنا پڑتی بلکہ جو کچھ وہ

کرتا ہے وہ اظہار تشکر کے طور پر وہ کرتا ہے حصول کے لیے نہیں کرتا اور اسے وہ کچھ دیتے ہیں جو دوسرے انسان اس سے حاصل کر سکتے ہیں اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ وہ ہستی خود کو معبود اور الہ نہیں بناتی اللہ کا حصہ نہیں بتاتی بلکہ اللہ کا بندہ ہی رہتی ہے اور یہی جھگڑا ہم میں بھی ہے ہم جب آتے ہیں تو عظمت رسالت کو کھینچتے کھینچتے اللہ کی صفات میں شامل کر لیتے ہیں دوسرے آتے ہیں تو وہ جو عظمت رسالت کا حق جو ہے اسے بھی مجروح کر کے نبی اور پیامبر علیہ السلام کا مقام ایک ڈاکیئے کی طرح لیتے ہیں کہ وہ ایک چھٹی لایا دے دی اور بس اس کا کام ختم ہو گیا اب ہم جانیں اور اللہ کی کتاب جانے یعنی یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کا ردعمل ہیں یہ سمجھنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ دین ہے کیا شے یہی بات ان لوگوں کے کفر پر مرنے کا سبب بنی اور قرآن تاریخ کے ساتھ دلچسپی نہیں رکھتا قرآن نے حکیم جب اقوام سابقہ کی بات کرتا ہے تو ہمیں بطور مثال سمجھانے کے لئے تم ایسا نہ کرو تو انہیں بھی یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ عجیب بات ہے اتنے بڑے سسٹم کو یہ کہتا ہے ایک ہی معبود چلا رہا ہے ان ہذا الشی یراد ○ یہ کوئی عجیب بات ہے اس سے یہ کوئی اپنا مقصد لینا چاہتا ہے۔

ماسمعنا بھذا فی الملتہ الآخرہ دوسرے لوگوں کے پاس تو ہم نے یہ بات نہیں سنی عجیب بات ہے یار کسی حقیقت کے لیے یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ اور لوگ نہیں جانتے آپ ایک آدمی کو بتاتے ہیں کہ آگ جلاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ جی میرے محلے میں تو کوئی نہیں کہتا آگ جلاتی ہے تو اس کے محلے کے نہ جاننے سے آگ کے جلانے کی صفت ختم ہو جائے گی کسی بھی حقیقت کو پرکھنے کا یہ کونسا انداز ہے کہ جی لوگوں کو تو پتہ نہیں جیسے یہ کہ لوگوں کو تو جی اس طریقہ ذکر کا پتہ نہیں لوگوں کو نہیں پتہ تو لوگوں کی محرومی کے ہم ذمہ دار تو نہیں ہیں لوگوں کی محرومی سے اس چیز کا نفع تو ختم نہیں ہو گا۔ یہ کون سی دلیل ہے کہ لوگوں کو نہیں پتہ تو لوگوں کو چاہیے کہ پتہ کریں یہی دلیل وہاں کافر دیتے تھے ماسمعنا بھذا فی الملتہ الاخرۃ ۔ دوسرے لوگوں کے پاس تو ہم نے ایسی بات کوئی نہیں سنی بے شمار قومیں ہیں دنیا میں تو یہ وہ تو ایسا نہیں کہتیں۔

ان ھذا الا اختلاق○ یہ انہوں نے خود گھڑ لیا ہے پھر وہ کہتے انزل علیہ الذکر من بیننا○

## بقیہ: نیک لوگوں کی پہچان سے

کوئی فائدہ آپ کو نہیں پہنچا سکتا اس لیے کہ اسے خود کو قائم رکھنے کا ہوش نہیں ہے تو آپ کو شریعت پر قائم کیسے کر دے گا۔ وہ اپنا لباس پھاڑ لیتا ہے اسے ہوش نہیں ہے کہ کپڑے پہننے چاہیں تو آپ کو لباس کا پابند یا سنت کے مطابق لباس آپ کو کیسے بتائے گا وہ خود مکلف نہیں رہا ذہن ماؤف ہو گیا ہے نماز پڑھتا ہے نہیں پڑھتا پاگل ہو گیا مکلف ہی نہیں رہا اپنے آپ کو سنبھالنے کے قابل نہیں رہا دوسرے کو کب سنبھالے گا۔ اس لیے محققین فرماتے ہیں کہ مجاذیب کے ساتھ سب سے بڑی رعایت یہ ہے کہ ہم انہیں اللہ کے حوالے کر دیں یہ سچا ہے یہ جھوٹا ہے اس سے اللہ حساب لے گا۔ اور ہم ان پر فتوے بازی یا پریشان نہ کریں اس سے زیادہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔

حق کے لیے ہمیں ایک عام نارمل انسان چاہیے ہو گا جس میں صرف ایک خوبی ہو وہ یہ کہ وہ اپنی پسند ہم پر مسلط نہ کرے اور دوسرا اس کے وجود میں وہ برکت ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے اس سے ملنے سے اس کے ساتھ چلنے سے اللہ کی یاد دل میں بس جائے۔ دنیوی امور میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی ہوتا ہے صحت و بیماری آتی جاتی ہے عوامل دنیا جو ہیں وہ اپنے اس دائرہ کار میں چلتے رہتے ہیں لیکن اللہ کی طلب کا پیدا ہو جانا یہ بہت بڑی بات ہے اور انسانی امیدوں کو سمیٹ کر ایک نقطے پہ مرتکز کر دینا اور اپنی ساری امیدیں ایک بار گاہ میں لے جائیں یہ مشکل ہے یہ بڑی بات ہے اور یہی پہچان ہے اہل اللہ کی اور یہ جو ہم میں غلط العام ہے کہ یہ تو نارمل انسان نہیں ہوتے یہ پرانا دھوکا ہے جو نبی آدم کو شیطان نے دیا اور ابھی تک لوگ دھوکا کھاتے چلے آرہے ہیں اللہ کریم ہمیں اپنے بندوں کی پہچان بھی دے اور ان کے ساتھ بھی نصیب کرے اور ان کی برکات سے بھی مستفید فرمائے۔

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

# معجزہ و کرامت

ترجمہ :۔ اور (ان کو وہ دن بھی یاد دلایئے) جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کر کے لائے جاویں گے۔ پھر وہ روکے جائیں گے (تاکہ بقیہ بھی آ جائیں) یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آ جاویں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور (اس وقت) وہ لوگ (متعجب ہو کر) اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی وہ (اعضا) جواب دیں گے۔ کہ ہم اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی۔ اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا' اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو۔ اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں۔ اور تمہارے اسی گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا۔ پھر تم (ابدی) خسارے میں پڑ گئے---

(حم السجدۃ ۔ آیات ۱۹ تا ۲۳)

اسلام دین برحق ہے اور اس نے جس قدر حقائق بیان کئے ہیں ان سب کا حقیقی دنیا میں وجود ہے وہ افسانوی قصے نہیں ہیں چونکہ یہ دین منزل من اللہ ہے اس نے اگر فرشتوں کی بات ہے تو فرشتوں کا وجود ہے اس نے اگر عرش کی بات کی ہے تو عرش ہے اس نے اگر دوزخ و جنت کا تذکرہ فرمایا تو جنت و دوزخ ہے اس نے اگر مخلوق کے بارے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مخلوق

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند
با من و تو مردہ باشید زندہ اند

ہر چیز مٹی آگ ہوا پانی اللہ کی تخلیق ہے میرے اور آپ کے لئے یہ بے جان سہی اللہ کی بارگاہ میں اس کی ایسی ہی تخلیق ہے اس کی ایسی ہی بات سنتی ہے اپنی بات ایسی ہی پیش کرتی ہے اپنی طرف سے گذارش کرتی ہے اور یہ سارے حقائق حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمائے بے شمار وسیع ذخیرہ احادیث میں سے نمونے کے طور پر آپ اگر خیال فرمائیں تو یہ ارشاد فرمانا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا موذن جب اذان کہتا ہے تو جہاں تک پتھر اور ڈھیلے ریت کے ذرے بھی درخت اور پتے جس جگہ تک اس کی آواز جاتی ہے یہ سارے میدان حشر میں شہادت دیں گے کہ یہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا کرتا تھا تو اس کا یہ معنی تو نہیں ہے حشر میں جاکر انہیں سمجھ آجائے گی سمجھتے تو اب ہیں بیان وہاں کریں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد کہ میں اب تک ان پتھروں اور درختوں کو پہچانتا ہوں جو مجھے مکہ مکرمہ میں جب میں ان کے پاس سے گذرتا تھا تو مجھ پر سلام بھیجا کرتے تھے

واقعہ ہجرت میں پہاڑوں کا آپس میں باتیں کرنا گفتگو کرنا اس کا سیرت میں اور ہجرت کی احادیث میں نقل ہیں کہ ایک پہاڑ کہہ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگر مہربانی کریں براہ کری جلدی جلدی تشریف لے جائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میری حدود سے آگے تشریف لے جائیں تو دوسرے نے پکار کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس طرف آیئے تو پہلے والے نے کہا کہ بھئی میں تو اس ڈر سے عرض کررہا ہوں کہ کہیں کفار آجائیں مشرکین آجائیں اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ظلم و

زیادتی کریں اور شہید کردیں تو یہ ظلم میرے اوپر تو نہیں ہونا چاہئے اس نے کہا اپنا اپنا اندازہ ہے تم اس امید پہ کہہ رہے ہیں میں اس امید پہ کہہ رہاہوں کہ مشرکین حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کچھ دیر مجھ پر بھی آرام فرمائیں اپنی اپنی سوچ ہے تمہاری وہ ہے میری یہ ہے

تو یہ ساری باتیں جو ہیں یہ افسانوی نہیں جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شہادت ہے ایک حدیث شریف میں ایک اونٹ حاضر ہوا بلبلاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس کے مالک کو بلاؤ بلایا گیا تو فرمایا یہ اونٹ شکایت کرتا ہے جب تک میں کام کرتا تھا تب تک میری خدمت ہوتی تھی جب میں بوڑھا ہوگیا ہوں تو مجھے اتنا چارہ بھی نہیں ملتا کہ میرا پیٹ بھر جائے میں نے ساری عمر خدمت کی ہے مالک کی اب اگر میں ناکارہ ہوگیا ہوں تو اس میں میرا قصور تو نہیں ہے میری توانائی تو اس کی خدمت پر خرچ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں کو یا ذبح کردیا کرو یا جب تک ہیں ان کی پوری پوری خبر گیری کیا کرو اور اس اونٹ کو خصوصی طور پر مالک کے سپرد فرمایا کہ یہ تمہاری شکایت لے کر آیا تھا اسے پھر شکایت کا موقع نہ دو۔

تو اس طرح کے واقعات اگر آپ جمع کرنے لگیں تو وہ بے شمار ہیں نبی علیہ السلام کا معجزہ جو ہوتا ہے یہ سارے معجزات ہیں اس لئے کہ جو چیز عقل کو عاجز کرنے والی ہو جو چیز عقلاً ممکن نہ ہو اسی کو معجزہ کہتے ہیں جو چیز عقلا ممکن ہے اس کے لئے ایمان شرط نہیں وہ کام وہ کمال مومن میں بھی آسکتا ہے کافر میں بھی چونکہ عقل کافر میں بھی ہے ان چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کا انحصار کیفیات قلبی پہ ہے چونکہ اللہ کے نبی علیہ اسلام کے دل میں نور نبوت ہوتا ہے تواس کی وجہ سے ان کا ظہور ہوتا ہے تو معجزات فعل باری ہونے میں کام اللہ کا ہوتا ہے صادر نبی علیہ اسلام کے ہاتھ سے ہوتا ہے

اس طرح دل سے اگر بات خرق عادت خلاف عادت عقل سے بالاتر ثابت ہو تو کرامت کہا جاتا ہے اور کرامت دراصل نبی علیہ اسلام کا معجزہ ہوتا ہے جو معجزہ نبی علیہ السلام میں ہوتا ہے وہ بطور وراثت بھی دل میں منتقل ہوتا ہے کرامت بن کر جس طرح بیٹے کو باپ کی جائیداد منتقل ہوتی ہے اسی طرح اہل اللہ چونکہ حقیقی وارث ہوتے ہیں کیفیات کے تو ان کیفیات قلبی کے ساتھ وہ واردات بھی منتقل ہوتی ہیں اس لئے اولیاء اللہ کے احوال میں یہ بات عام ملتی ہے فلاں درخت سے یہ بات کی فلاں پتھر سے یہ بات سنی فلاں زمین کے ٹکڑے سے یہ بات کی یہ ان کے لئے کوئی عجیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے بھی بہت بڑی بڑی چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں جنہیں اہل اللہ کے احوال میں پڑھا جا سکتا ہے

جن کا آپ ایک خالی آپ الابریز کا مطالعہ کر لیجئے اتنی بڑی کتاب ہے جس میں سید عبدالعزیز دباغ کے صرف ایسے محیر العقول واقعات ہی جمع کئے گئے ہیں یا اور بے شمار تصانیف اس موضوع پر ملتی ہیں

لیکن دنیا اور آخرت میں ایک فرق ہے جو حقائق آخرت میں وقوع پذیر ہوں گے وہ مومن دنیا میں نور ایمان سے دیکھ سکتا ہے جب آخرت سامنے آجائے گی تو ایمان اور کفر کی تمیز مٹ جائے گی مومن بھی دیکھ سکے گا کافر بھی دیکھ سکے گا نتائج دونوں کے حق میں الگ الگ ہوں گے لیکن مومن دنیا میں فرشتے کو دیکھ سکتا ہے اس سے بات کر سکتا ہے اگر اسے یہ نعمت وراثتاً نبی علیہ اسلام کے انعامات شیخ کی صحبت سے نصیب ہوں کافر عندالموت یا بعد الموت فرشتوں کو دیکھ سکے گا ان سے بات کر سکے گا لیکن اس کا دیکھنا اس کا بات کرنا فائدہ نہیں دے گا فائدے کا وقت گذر چکا ہوگا

ایسی طرح قیامت کو درخت باتیں کریں گے یا پتھر باتیں کریں گے یا زمین کے ذرات شہادت دیں گے تو وہ اللہ تو سن ہی رہا ہے مومن بھی سنے گا کافر بھی سن رہا ہوگا تو ایمان کا کمال یہ ہے کہ جو حقائق کافر پہ آخرت میں جاکر منکشف ہوں گے مومن پر اسی وار دنیا میں منکشف ہوجاتے

# اجتماع

# لشکرِ مخدوم

۸ اکتوبر بروز جمعرات شروع ہوگا
اور جمعہ کے روز جاری رہے گا

ٹرانسپورٹ کیلئے اپنے اپنے
ضلعی امراء سے رجوع کریں،

کرنل مطلوب حسین
ناظمِ اعلیٰ

ہیں اور اس کی بنیاد مشاہدات نبوی علیہ السلام مشاہدات انبیاء علیہ السلام میں بنتے ہیں اور وہیں سے منتقل ہوکر نیچے آتے ہیں آخرت کی بات سنیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

یوم یحشر اعداء اللہ الی النار فہم یوزعون -

جس دن اللہ کے دشمنوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا ان کی درجہ بندی ہوگی یوزعون ان کی درجہ بندی کردی جائے گی جس درجے پر کوئی آدمی ہے جتنا اس کا جرم ہے جتنا اس کا کفر ہے جتنی اس کی برائیاں ہیں ان سب کو الگ الگ درجہ بندی کردی جائے گی تو آخر وہ کہیں گے تو سی بھی دوسروں لوگوں سے الگ کر کے اس طرح درجہ بندی کر کے آگ کے سپرد کیا جارہا ہے تو ہمارا تو کوئی ایسا قصور تو نہیں ہے کہ ہمیں خواہ مخواہ آگ میں ڈالا دیا جائے ہم نے تو یہ نہیں کیا فرشتے اپنا حساب پیش کریں گے تو کافر کہیں گے بار الہاہم نے انہیں نہیں دیکھا یہ کہاں تھے کیا لکھتے رہے ہمارے سامنے تو نہیں تھے ہم نے نہیں دیکھا انہیں یہ بڑا فرق ہوتا ہے نا

ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ تھے ہم اور ایک ساتھی آئے سادہ سے آدمی تھے وہ بزرگ عمر کے تھے تو کہنے لگے حضرت بڑا بادل تھا کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی ہم نے سمجھا مغرب ہوگئی ہے تو ہم نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو جب دائیں طرف سلام پھیرا تو یہ فرشتہ نہیں رہا تھا ادھر سلام پھیرا تو یہ نہیں رہا تھا تو میں نے کہا یار یہ فرشتے مذاق کس بات کا کررہے ہیں شاید نماز نہیں ہوئی کوئی باہر نکلو دیکھو کیا وجہ ہوئی شاید سورج ڈوبا نہیں ڈوبا تو باہر نکل کر دیکھا تو بادل تھوڑا سا ہٹ گیا تھا سورج کا ٹکڑا آدھا باہر تھا آدھا ڈوب رہا تھا اور یہ باتیں اہل اللہ کے ہاں عام تھیں انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا یہ بڑی بات ہوگئی کافروں کو وہاں جاکر پتہ چلے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ ساری باتیں بھی وہیں جاکر پتہ چلیں گی تو مومن اور کافر میں مابہ الامتیاز کیا ہے کیا فضیلت ہے مومن کے پاس جو کوئی شخص زبانی سن کر مانتا ہے انہیں دیکھ نہیں سکتا یا ان کا وجود نہیں ہے صرف یہ افسانے ہیں الف لیلوی مذہب ہے یہ یہ صرف حکایات اور افسانے ہیں ان چیزوں کو وجود نہیں اگر ہے تو وہ وجود کس چیز سے نظر آتا ہے آخرت میں تو ظاہر کی آنکھ سے نظر آجائے گا چونکہ آخرت میں اس آنکھ کو۔

فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم الحدید۔

آنکھوں کو کشف کی نعمت سے نوازا جائے گا اور نظر کو مضبوط کردیا جائے گا لیکن وہ انکشاف اگر دل کی آنکھ کو یہاں عطا ہوجائے تو دیکھنے میں کون مانع ہے جو چیز منکشف کافر پر آخرت میں ہوگی نور ایمان سے دنیا میں اس کا منکشف ہوجانا عین تقاضائے عقل ہے عین تقاضائے انصاف ہے ورنہ پھر مومن اور کافر میں فرق کیا رہا اس نے بھی مر کے دیکھ اس نے بھی مر کے دیکھا کیا فرق رہا کیا کمال حاصل ہوا صحبت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مومن کو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ہم کھانا کھا رہے ہوتے تھے اور اس کھانے سے ہم تسبیح سن رہے ہوتے تھے ایک صحابی حاضر ہوتے ہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا صبح کا وقت تھا کیف اصبحت کیسے صبح کی بھئی آج تو نے کس حال میں فرمایا یارسول اللہ علیہ والہ وسلم میں نے اسی حال میں صبح کی کہ میں جنتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم جنتی ہو یا رسول اللہ میں یہاں اپنے ان قدموں پر کھڑا ہوا اس حال کو دیکھ رہا ہوں قیامت کیسے قائم ہوگی جہنمی کیسے جمع کیے جائیں گے جنت کہاں ہوگی جہنم کہاں ہوگی جنتی کیسے جنت میں داخل ہوں گے جہنمی کیسے جہنم میں پھینکے جائیں گے تو یہ سارا کچھ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ میرے دل میں نور ایمان پوری قوت سے موجود ہے الحمد اللہ میں جنتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ... تو ٹھیک کہتا ہے تو یہ سارے حقائق یہ سارے جواہر ریزے حدیث شریف میں جگمگ جگمگ کررہے ہیں انکار کرنے والے کیوں انکار کرتے ہیں اس کی صرف ایک وجہ ہے۔ لوگ اس نعمت کو حاصل نہیں کرتے لیکن اس کے حامل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اب اس دعوے کی دلیل اس کی جو چیزیں ہیں وہ ان کے پاس ہوتی نہیں پھر اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے پاس یہ چیز نہیں ہے یہ کیسے ہے تو کہتے ہیں یہ تو ہوتا ہی نہیں ورنہ

انکار کی کوئی گنجائش نہیں اپنی اہمیت کو قائم رکھنے کے لیے حقائق کا انکار کر دیا جاتا ہے میرے پاس نہیں ہے تو انکار ہی کر دو کہ یہ چیز ہے ہی نہیں دنیا میں تو رب جلیل فرماتے ہیں کہ جب کفار یہ کہہ دیں گے کہ ہم نے تو فرشتوں کو نہ دیکھا پتہ نہیں یہ کیا لکھتے رہے کیا پڑھتے رہے ہم تو اس بات سے واقف نہیں ان کے کہنے پر آپ ہمیں جہنم میں پھینک رہے ہیں بار الٰہا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ہم جب کہتے ہیں یہ کچھ ہم نے نہیں کیا اللہ کریم حکم دیں گے ان کے کانوں کو ان کی آنکھوں کو ان کی کھال کو فرمایا شهد عليهم سمعهم و ابصار هم وجلودهم ۔ ان کے کان کہیں گے کہ اس نے یہ بات سنی تھی ان کی آنکھ کہے گی یہ نظارہ اس نے دیکھا تھا وجود کی کھال کہے گی کہ یہ چیزیں اس نے کی تھیں ہاتھ کہیں گے پاؤں کہیں گے اعضاء و جوارح کہیں گے تو یہ یہ کام ہم سے لیا تھا اس نے اس طرح ہمیں استعمال کیا گیا تھا تو ارشاد ہو گا یہ تو تیرے ساتھ تھے یہ جو تیرے گھر کے لوگ گواہیاں دے رہے ہیں یہ تو اس وقت موجود تھے اگر تجھے فرشتوں کا ادراک نہیں تھا کہ موجود تھے تو ان کا تو تھا تو وہ ان سے کہے گا۔

وقالوا لجلودهم لما شهدتم علينا وہ کافر کہیں گے کہ تمہیں بھی تو ساتھ جلنا پڑے گا جلنا تو تمہیں کو ہے تم گواہی دے رہے ہو کہیں گے قالوا انطقنا الله الذی انطق کل شئی هو خلقکم۔ وہ کہیں گے ہمارا بات کوئی عجیب بات نہیں زبان بھی گوشت کا ایک لوتھڑا تھا بات کرتی تھی ہر ذی روح کو ایک زبان اللہ نے دی تھی اس نے آج ہمیں قوت گویائی دے دی ہمیں بات ک کا حکم دیا تو ہم کیسے چپ رہ سکتے ہیں کیسے انکار کریں یہ تو کوئی عجیب بات نہیں ہے اگر دنیا میں گوشت کا ایک باتیں کرتا رہا حیران نہیں ہوتے تو باقی سارا گوشت باتیں کرنے لگ جائے تو اس میں حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے پھر ہم غلط اس لیے نہیں کر سکتے کہ ہمیں اللہ نے بات کرنے کی توفیق بخشی ہے اور حق بولنے کا حکم دیا ہے ہم اللہ کی بارگاہ میں رو برو حاضر کھڑے ہیں تو ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ اور وہ اعضاء و جوارح جو ہیں ان کے بولنے پر قرآن کریم نے یہ دلیل دی ہے۔

هو خلقکم اول مرة ۔ تم کیوں حیران ہوتے ہو اپنی تخلیق کو دیکھو تم ایک مشت غبار تھے ایک ریت کے مٹی کے ذرات تھے کتنا حسین کتنا ایک وسیع نظام کا حامل وجود بنایا کس طرح تمہیں پیدا کیا تمہارے خون کے ایک ایک خلیے ایک ایک ذرہ وجود کے ایک ایک ذرے میں اک جہان آباد کیا۔ تو اتنی وسیع اس کی کائنات اور اتنا وسیع اور ہمہ گیر سسٹم ہے کہ ایک ایک قطرے میں اربوں کھربوں جراثیم موجود ہیں جو بڑھتے بھی ہیں ان کی نسل بڑھتی بھی ہے وہ مرتے بھی ہیں ختم بھی ہوتے ہیں اس طرح سے مرتے ہیں اس طرح سے بنتے ہیں پورے جسم کا جو سسٹم ہے اس میں لاکھوں اربوں سیل روزانہ مرتے ہیں اربوں کھربوں سیل روزانہ بنتے ہیں تمہیں نہ بننے کی خبر ہوتی ہے نہ کسی کے مرنے کی ایک جہان آباد ہے اندر اور جس کی رگوں میں وہ خون دوڑ رہا ہے اسے خود ادراک ہی نہیں کہ اندر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ تو فرمایا اگر اس نے اتنا وسیع نظام عدم سے وجود دیا تو دوبارہ بکھر گیا تو دوبارہ جوڑنا اسے کونسا مشکل ہے اس میں حیرت کی تو کوئی بات نہیں اور تم زندگی بھر یہ سمجھتے رہے کہ شاید ہمیں دیکھ کوئی نہیں رہا اور تم اپنے آپ کو اپنی آنکھوں سے اپنے آپ کو اپنے کانوں سے اپنے آپ کو اپنے وجود سے چھپا نہ سکے لیکن تمہارا یہ خیال رہا کہ شاید ہمیں اللہ نہیں دیکھ رہا اللہ ہماری حرکات سے واقف نہیں ہے۔ ارے تم اس کی مخلوق سے نہ چھپ سکے اس سے کیسے چھپو گے لیکن ہر گناہ کا فلسفہ یہ رہا کہ تم نے سمجھا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہم تنہائی میں ہم علیحدگی میں ہم اندھیرے میں جنگل میں ہم دور ہیں اور تم نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ کی جو تخلیق ہے خود تمہارے اعضاء و جوارح اس کی مخلوق ہیں ان سے تو نہیں چھپ رہے تو خالق سے کیسے چھپو گے۔

ذالکم ظنکم الذی ظننتم بربکم۔ بس تمہارا یہ گمان جو تھا کہ تمہیں پروردگار کے ساتھ تھا کہ ہم جو چاہیں کر لیں کوئی دیکھنے والا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں اور اس بات نے تمہیں تباہ کر دیا کاش تمہیں یہ خیال ہوتا کہ جس

کی مخلوق زمین بھی تو اس کی مخلوق ہے ہوا بھی اس کی مخلوق ہے تم کس سے چھپ کر کہاں کس گوشے میں اس کی نافرمانی کر سکتے ہو جو کچھ کرتے ہو اس کے رو برو کرتے ہو کاش تم نے اس حقیقت کو دنیا میں سمجھا ہوتا تو تباہ نہ ہوتے لیکن تمہارے اس گمان نے کہ جو کچھ ہوں میں ہوں اور میرے ساتھ کوئی نہیں اس نے تمہیں تباہ کر دیا۔

فاصبحتم من الخسرین اب تمہاری آنکھ کھلی تو تمہارے پلے کچھ نہیں بچا سب کچھ اجڑ چکا۔ اب اگر تم صبر بھی کرو تو کفر کا انجام تو جہنم ہے یا تم چلاؤ معافی مانگو تو بھی نتیجہ جہنم ہے تو نتیجہ تو جس بات پہ دنیا میں خاتمہ ہوا اس پہ مرتب ہونا ہے حشر کی بات بھی نہیں تم نے بڑے صبر اور سکون سے جہنم میں وقت گذارا تمہیں چھٹی دے دی جائے گی یا تم نے جہنم میں بڑی چیخ چلا کر معافیاں مانگیں اس لیے فرمایا جہنم عمل کی جگہ نہیں ہے کہ تمہاری کسی بات پر نتیجہ مرتب ہو گا یہ تو جزا کی جگہ ہے یہاں تو جو آگیا بھگتو چیخو چلاؤ تو بھگتو آرام سے بیٹھو تو بھگتو اگر تمہیں صبر کرنا ہے اگر تمہیں معافی مانگنی ہے تو اس کے لیے یہ دنیا اور اس کی زندگی ہے اس کے لیے اب اہتمام کرو اس کے لیے اب کوشش کرو اور یہ دیکھ لو کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تخلیق ہے اس کے سامنے ہو گا اس سے باتیں کرے گا تم کر سکو یا نہ کر سکو یہ سمجھتے ضرور ہو کہ ذرے ذرے کی ایک زبان ہے اور اس کا اپنے مالک کے ساتھ ربط ہے اور وہ اس کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ اللہ کریم ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائیں ہمارے گناہوں سے در گذر فرمائیں اور ہماری خطائیں معاف فرمائیں اور خاتمہ باالایمان نصیب فرمائیں اور دنیا اور میدان حشر کی رسوائی سے پناہ عطا فرمائیں۔

(واخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین)

(بیان ۲۱ جولائی دوران سالانہ اجتماع ۱۹۹۱ء)

## بقیہ : مشعل کا سفر

ثمر قند میں دو دربار شاہی دیکھنے کو ملے ایک تو امیر تیمور گور کانی اس کے مصاحبوں اور اتالیقوں کے مزارات تھے جو دنیاوی جاہ و جلال کی گم گشتہ داستانوں کے عماراتی نشانوں کے طور پر زندہ تھے اور دوسرا روح کے قلمرو کا دربار شاہی جو ہمارے مشائخ میں سے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کا تھا جہاں دس بزرگوں کی قبور ایک بلند چبوترے پر واقع ہیں قدیم مدرسے کی شان و شوکت اب بھی قائم ہے اور اس کے باغات تالابوں اور نہری راستوں میں زندگی کی رمق خواجہ احرار ولیؒ (جس نام سے ازبک حضرتؒ کو جانتے ہیں) کے اس دینی علوم کے مرکز کے قدیم دنوں کی یاد دلاتے ہیں۔

رات ثمر قند گذار کر ہم اگلی صبح بعد از نماز فجر علم الحدیث کی قلمرو کے مشہور تاجدار حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے جو ثمر قند کے قریب واقع ہے۔ حضرت امام بخاری کا مزار اس کی ذیلی عمارات اور مسجد بڑی اچھی حالت میں تھیں اور لا دینی تسلط کے بعد فیض حاصل کرنے والوں کی رونق میں روز افزوں اضافہ واضح نظر آتا تھا۔ اسی دن مشن کے احباب بخارا پہنچے جہاں حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری ہوئی اور اس طرح شیوخ ترکستان کا سلسلہ عالیہ کے نمائندوں سے جسمانی روابط کا یہ ابتدائی سلسلہ بھی استوار ہوا اسی روز تاشقند واپس ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسہ کوکلتاش میں وسط ایشیا کا پہلا حلقہ ذکر اگلے دن استوار ہو گیا اور ۹ احباب سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے جناب مقبول احمد شاہ صاحب نے حضرت کی طرف سے ظاہری بیعت لی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ روحانی فیض کی یہ مشعل نور ہدایت سے فروزاں رہے اور ترکستان کی دیگر نو آزاد ریاستوں میں احیائے اسلام کی ایک پر سعادت ابتدا بنے آمین ۲۹ اگست ۹۲ء صبح مشن واپس کراچی پہنچ گیا۔

## بقیہ : انعامات کے مستحق

اللہ کے ساتھ وہ حضوری نصیب ہو جائے کہ سفر و حضر میں صحت و بیماری میں کبھی کسی مقام پر ہم خود کو تنہا محسوس نہ کریں بلکہ وھو معکم این ما کنتم - ہر حال اور ہر جگہ ذات باری تمہارے ساتھ موجود ہے۔ سو اسلام کا اصل نقطہ جس کے گرد ساری حیات انسانی اور تمام احکام الٰہی گھومتے ہیں وہ بندے کا اپنے رب عظیم کے ساتھ تعلق ہے اللہ ہمیں وہ نصیب فرمائے ہماری خطاؤں سے در گذر فرمائے اور دلوں کو روشن فرمائے۔

(واخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین)

(دار العرفان ۲۶ جولائی ۱۹۹۱)

# انسان کی اہمیت

ترجمہ :۔ ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا۔ اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے جاہل ہے۔

(الاحزاب : آیت ۷۲)

اس کے ساتھ دوسرا حصہ اس سوال کا یہ ہے یہ سوال کسی ساتھی نے لکھ کے رکھا ہے کہ یہ امانت کیا ہے اس کی کیا ضرورت تھی اور انسان نے اگر قبول کی تو اس نے اتنی بڑی جرات کا مظاہرہ کیا تو اسے ظلوم اور جھول کیوں کہا گیا پھر اس کے ساتھ کہ وہ ظلوم بھی ہے جھول بھی ہے اسے خلافت فی الارض کیوں دی گئی اور دی گئی تو اس کا کیا مفہوم ہے اس پر کیا عمل کیا جائے گا۔

رب جلیل کا ایک عجیب قاعدہ ہے کائنات کے وجود میں آنے سے بھی پیشتر ہر شے کو جانتا ہے کائنات کے عدم اور معدوم ہو جانے کے بعد بھی ہر شے کو جانتا ہے اس کا علم حضوری ہے اس میں ماضی اور مستقبل نہیں ہر چیز ہمہ وقت اس کے علم میں حاضر و موجود ہے یہ جتنی وسیع کائنات آپ پڑھ سکے ہیں سمجھ سکے ہیں سن سکے ہیں اس سے بھی کروڑوں گنا یہ وسیع ہے جو ہمارے علم میں نہیں آ سکی ان ساری وسعتوں کا ایک ایک ذرہ ازل سے اس کے علم میں تھا وجود تھا بعد میں آیا کون کس لمحے کیا کرے گا کون سا پتہ کس سمت حرکت کرے گا یہ سارا نظام اس کے اپنے علم میں ہے لیکن اس سب کے باوجود اس نے یہ اس کی منشا ہے اس کی سنت ہے اس کی صنعت کا کمال ہے کہ اس نے چیزوں کو ایک دوسرے سے پیوست کر کے ایک ایسا نظام ترتیب دے دیا ہے کہ اتنی وسیع کائنات کی ایک ایک حرکت

ایک ایک سکون پورے سسٹم کو متاثر کرتی اور نتائج پیدا کرتی چلی جاتی ہے اور آدمی ان کے نتائج کو شمار نہیں کر سکتا اس ایک سورج کی روشنی اور تپش کے اثرات جہاں تک سائنسی دنیا کو معلوم ہو سکے ہیں انہی کی انتہا نہیں ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ سارے تو کسی کے علم میں نہیں آ سکے اور ہر طلوع ہونے والا دن ہر نیا پیدا ہونے والا عالم نئی نئی چیزیں دریافت کرتا چلا جاتا ہے بظاہر ایک سورج کا طلوع و غرب ہے لیکن پتہ نہیں چیونٹی کے انڈے سے لے کر ہاتھی تک ایک ادنیٰ سے تنکے سے لے کر بڑے بڑے درختوں تک دنیا کا ہر موسم دنیا کے ہر خطے کی فضا روئیدگی اور بے شمار چیزیں اتنی اس سے متاثر ہوتی ہیں کہ ہر ذرہ اس سے ایک اثر قبول کرتا ہے اسی طرح ہر حرکت و ہر سکون میں ایک عمل اور اس کا نتیجہ مضمر کر دیا یہ اس کی صنعت کا کمال اور اس کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر وہ چاہتا کہ جس طرح اس ساری کائنات کو ایک نظام میں پرو دیا ہے اسی طرح ساری کائنات کو اپنی معرفت اپنا جمال بھی دکھا دیتا تو اسے کون روک سکتا تھا لیکن اس نے فرمایا بھئی ایسا نہیں یہ سنت اللہ تھی۔

کہ اگر کوئی مجھے پانا چاہتا ہے مجھے دیکھنا چاہتا ہے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے مجھ سے وصل کی تمنا رکھتا ہے تو اس کے بعد انہیں اس نظام کو چلانا پڑے گا اسی طاقت سے

جو میرے جمال سے حاصل کریں گے شاید میں بات سمجھا نہیں سکا ایک سسٹم ہے جو چل رہا ہے اس سسٹم کو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ سارا کچھ اسے چلانے کا اہتمام رب کریم کرتے ہیں سورج کو پتہ نہیں کہاں کہاں روشنی پہنچ رہی ہے کہاں نہیں پہنچ رہی کتنی جا رہی ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق نہیں اللہ نے اسے وجود دیا روشنی دی اس کی روشنی کو دوسروں تک پہنچانا یہ اللہ کریم کا اپنا کام ہے وہ از خود پہنچا رہا ہے اگر سورج اس بات کا بار الہا میں آپ کا جمال دیکھنا چاہتا ہوں فرمایا دیکھ لو لیکن یہ گھر گھر روشنی پہنچانا تمہاری اپنی ذمہ داری ہو جائے گی اس لیے کہ تم اس سٹیج پر نہیں رہو گے جسے میں چلا رہا ہوں پھر تم اس سٹیج پر چلے جاؤ گے جو میری مجلس سے بیٹھ کر اس پر جائز ہے اسے بھی میں کان پکڑ کر چلاؤں تو مجلس میں بیٹھنے کا مزا تو نہ رہا یعنی ایک وہ تخلیق ہے میری جسے میری بارگاہ ساتھ کی بھنک نہیں پڑتی اس کے سارے کام تو میں کرتا ہوں اس کو میں چلاتا ہوں میری قدرت کاملہ اسے جہاں جہاں جو جو ذمہ داری اس نظام کی ہے اس کی ادائیگی پہ اسے اکساتی رہتی ہے اور عمل ہوتا رہتا ہے بادل مجھے نہیں دیکھ سکتے اب بادلوں کی ذمہ داری ہے کہ کہاں ضرورت ہے کتنی ضرورت ہے وہ پانی وہاں پہنچائیں تو وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تو میرا حکم میری قدرت میری طاقت انہیں وہ عمل کرواتی رہتی ہے انہیں خود بھی پتہ نہیں کہ پانی ہم نے کتنا لیا ہے کتنا اٹھایا ہے کہاں کتنا پھینکنا ہے اس سے انہیں غرض ہی نہیں قدرت کاملہ انہیں سے کروا رہی ہے لیکن اگر وہ کہتے ہیں بار الہا ہم تو آپ کو دیکھیں گے گلے ملیں گے آپ کے پاس بیٹھیں گے آپ کی باتیں سنیں گے آپ کی زیارت سے آنکھوں کو سیراب کریں گے آپ کو اپنے دل سے بسائیں گے اور میری مجلس سے میرے دیوان خاص سے میری بارگاہ سے میرے جمال سے سیراب ہو کر جاتے ہیں تو پھر وہ جو مجھ سے سیراب ہو کر جا رہا ہے اس کے پیچھے میں کیوں جاؤں کہ بھئی تجھے وہاں قطرہ پھینکنا ہے پھر تو اس میں جو استعداد ہونی چاہیے کہ وہ اپنے فرائض بحسن و خوبی خود ادا کرے۔

تو اللہ کریم نے یہ نہیں کیا کہ انسان کو پیدا کر کے صرف اس کو فضیلت دے دی یہ فضیلت اس نے میدان میں رکھ دی ہے ان عرضنا الا مانته علی السموت و الارض والجبال۔ پوری کائنات پر یہ دو تین نام گن کر مراد یہ ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز پر ایک ایک فرد پر زمینوں پر آسمانوں پر پہاڑوں پر ہر چیز پر ہم نے یہ بات رکھ دی کون ہے جو میری بارگاہ کے اندر آنا چاہتا ہے کوئی تم میں جو میرے جمال سے سیراب ہونا چاہتا ہے کوئی ہے تم میں جو مجھ سے بغلگیر ہونے کی تمنا رکھتا ہو تم میں سے کوئی ایسا ہے جو مجھے اپنے دل میں بسانا چاہتا ہو آؤ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی یہ شکوہ نہ کرنا کہ ہم بھی مخلوق تھے ہم پہاڑ بھی مخلوق تھے آسمان بھی مخلوق تھے زمینیں بھی مخلوق تھیں فرشتے بھی مخلوق تھے آپ نے صرف انسان کو اپنے جمال سے سیراب کر دیا ہمیں کیوں چھوڑ دیا یہ نہ کہنا کیونکہ بحیثیت مخلوق اس کی بارگاہ میں تو سب برابر ہیں خواہ وہ کیڑی ہے یا سلطان ہے سلطان بھی ایک مخلوق ہے کیڑی بھی ایک مخلوق ہے بحیثیت مخلوق تو سب برابر ہیں۔

وہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تذکرے میں ایک بات آتی ہے کہ ایک دفعہ آپ علیہ السلام استراحت فرما رہے تھے تو چھت کے ساتھ وہ پھر رہی تھی اسے کیا کہتے ہیں چھپکلی وہ جو پھر رہی ہوتی ہے چھت کی دیواروں اور لکڑیوں کے ساتھ تو آپ علیہ السلام کی نظر پڑی تو آپ کو خیال گزرا کہ بار الہا تیری صنعت بھی کمال ہے اب اس چھپکلی کو بنانے کی کیا ضرورت تھی تیری کائنات میں یہ کیا کر رہی ہے تو فوراً القا ہوا کہ آپ اس کی بات بھی سنیے آپ کی بات کا جواب مل جائے گا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ کہہ رہی تھی بار الہا یہ لوگ تجھے سجدہ کریں یا نہ کریں تجھے کیا ضرورت تھی ایک نظام چل رہا تھا اچھے تھے یا برے تھے تو نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر فساد پیدا کر دیا یہ نہ ہوتا تو تیرا کیا بگڑتا لوگ نہ مانیں تو نہ مانیں تیری شان میں کیا فرق آتا ہے بھلے تھے برے تھے جی تو رہے تھے تو نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیج دیا اور سارا ڈنڈا سوٹا

چل گیا لوگ لڑنے مرنے پہ آ گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو نہ بھیجا ہوتا فرمانے لگے بار الہا تیرے کارخانے میں ہر کوئی اپنی جگہ خود کو ہی ضروری سمجھتا ہے میں سمجھا تھا کہ میری بعثت بہت ضروری تھی وہ سمجھ رہی ہے کہ میرا وجود اس کائنات میں از حد ضروری تھا موسیٰ علیہ السلام تو خواہ مخواہ آ گیا تو اس اعتبار سے تو زمینیں بھی آسمان بھی فضا بھی پہاڑ بھی دریا بھی ہر چیز یہ مطالبہ کر سکتی تھی کہ بار الہا تو نے تو ایک اس مشت غبار پہ اتنا کرم کر دیا اور ہمیں تو نہیں پوچھا ہمیں دے دیا ہوتا یہ جمال یہ جلال یہ قرب یہ نعمتیں ہمیں عطا کی ہوتیں۔

فرمایا میں نے زبردستی نہیں دی میں نے سب کو بلا کر کہا کہ لو بھائی آؤ میدان میں کون ہے جو میری ذات کو اپنے دل میں بسانے کی تمنا رکھتا ہو لیکن ایک بات ہے جو میری ذات سے واقف نہیں ہے میرے حکم کے تابع ہیں انہیں تو میرا حکم گردش میں رکھے گا لیکن جو حکم سے آگے بڑھ کر حاکم کو گلے لگانا چاہتا ہے خود کو اس میں فنا کرنا چاہتا ہے اس کے جمال سے سیراب ہونا چاہتا ہے اسے پھر میرا حکم نہیں خود اس کو میرا نائب میرا طالب میرا عاشق میری تمنا کرنے والا بن کر ان فرائض کو ادا کرنا ہو گا جو میں حکماً اس سے کروانا چاہوں تو کروا سکتا تھا جو اس کی ذمہ داری بنتی ہے جو میں نے اسے تفویض کیے ہیں جیسے میں نے عرض کیا کہ اگر سورج اکتساب کرتا ہے تو وہ خود سارا یہ اہتمام کرے وہ اس کے ذمے ہے بادل کرتا ہے پہاڑ کرتا ہے تو وہ خود سارا یہ اہتمام کرے وہ اس کے ذمے ہے بادل کرتا ہے پہاڑ کرتا ہے تو وہ خود سارا اہتمام کرے جو قدرت نے اس کے ذمے کر رکھا ہے زمین کرتی ہے تو یہ روئیدگی یہ پھل یہ باغات یہ لہریں یہ دریا یہ جو کچھ اس پہ اس کی طرف سے ہو رہا ہے یہ سارا وہ از خود کرے پھر آسمان کرتا ہے تو یہ فرائض آسمان کے ہیں کیونکہ وہ تو حکماً قدرت باری سے ہو رہے ہیں لیکن اگر وہ بارگاہ الوہیت سے باریاب ہونا چاہتا ہے تو پھر یہ ذمہ داری اپنے سر لے کہاں سے اٹھ کر آئے اور پھر یہ سمجھے کہ مجھے پیچھے سے چابی دی جائے تو میں چلوں گا تو مزا تو نہ رہا تو ملنے نہ ملنے کا فرق کیا ہوا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں سب بھاگ گئے۔

وحملها الانسان انسان نے سینے پہ ہاتھ مارا میں کروں گا آپ مجھے اپنے سامنے بلا لیجئے مجھے آپ کے دیدار کی تمنا ہے آپ کے وصال کا شوق ہے میں آپ کو اپنے دل میں بسانا چاہتا ہوں اب رہ گئی یہ بات کہ نظام کائنات میں میری ذمہ داری کیا ہے وہ میں کروں گا مجھے یہ منظور ہے سودا اس کے بعد اللہ کریم نے انسان کی مذمت نہیں کی کیونکہ عربی اور اردو میں جو لفظ مستعمل ہیں ان کے مفاہیم میں بڑا فاصلہ ہے ہم عربی پڑھ کر اس کا جو معنی ہے اردو میں لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے دو جبلی اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔

انہ کان ظلوما جھو الا اور عجیب بات یہ ہے کہ انسان میں تخلیقی طور پر دو باتیں اس میں موجود ہیں ایک تو یہ ظلوم ہے میں نے اگلے دن بھی عرض کیا تھا کہ ظلم کا معنی عربی میں ہوتا ہے وضع شی فی غیر محلہ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا مقام نہ ہو یعنی آپ کرسی کو الٹ کر رکھ دیں تو وہ ظلم ہو جائے گا سیدھی رکھ کر بیٹھنے کا کام تھا اس کا تو آپ نے اسے الٹی رکھ دیا تو وہ ظلم ہو گیا آپ کتاب پڑھنے کے لئے الٹی پکڑ لیں تو کہیں گے یہ ظلم ہے یعنی غلط پکڑ رکھی ہے تو فرمایا انسان میں ایک تو پیدائشی طور پر یہ وصف ہے کہ یہ غلطیاں کرتا ہے یہ جلد بازی کرتا ہے اپنی مرضی سے فیصلے کرتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے کرتا ہے اور فطرتاً ہر آدمی اپنا فیصلہ سب سے منوانا چاہتا ہے یہ اس کی غلط کاری کا ایک بہت بڑا عنصر اس کے وجود میں داخل ہے اسے ظلوم کہا گیا بہت بڑی غلطی بہت بڑی ٹھوکریں کھانے والا یعنی اس کا حال یہ ہے کہ دیکھو اس نے قبول کس بات کو کیا اور اس کا حال یہ ہے کہ یہ بہت ٹھوکریں کھانے والا ہے اگر یہی معنی لکھ لیا جائے تو شاید لوگوں کو غلط فہمی نہ رہے اور اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ یہ بہت جلد بھول جاتا ہے جھول بھی ہے بہت جلد بھول جاتا ہے ایک

چرے کے بغیر ایک منٹ زندہ نہیں رہتا دوسرے دن وہ آدمی مرجاتا ہے یہ اسے دو مہینے تین مہینے سال یاد کرتا ہے پھر اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس نام کا کوئی آدمی تھا بھی یا نہیں۔ ایک چیز خریدنے کا اسے شوق ہوتا ہے خرید کر لے آتا ہے دو دن چار دن دس دن دیکھتا ہے رکھتا ہے اسے جھاڑتا ہے پونچھتا ہے وہ کباڑ خانے میں پڑی ہوئی ہوتی ہے اسے یاد بھی نہیں ہوتا کہ میرے گھر میں وہ برتن میں لایا تھا وہ چیز میں نے خریدی تھی یعنی اس میں دو باتیں عجیب ہیں ایک تو یہ غلطیاں کرتا ہے ٹھوکریں کھاتا ہے دوسری عجیب بات یہ ہے کہ یہ بھولتا بہت ہے اور ان کمزوریوں کے باوجود اس نے سینے پہ ہاتھ مارا کہ جی مجھے دیجئے موقع دیجئے میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تو فرمایا اس بارگاہ کی حاضری نے اسے میرا زمین پہ نائب بنا دیا جب میری بارگاہ میں حاضر ہوا میرے رو برو ہوا تو یہ ایک اکیلی صنعت تھی اکیلی مخلوق تھی اکیلی تخلیق تھی اس وسیع کائنات میں اسے میری ذات کی حضوری نصیب ہوئی تو اس کا صلہ اسے یہ ملا کہ یہاں سے اٹھ کر جاتے ہو تو اس کائنات میں میری منشا کو نافذ کرنا یہ تمہاری ذمہ داری ہے تم میرے جمال سے سیراب ہو کر جا رہے ہو جاؤ اور کر کے دکھاؤ۔

اب یہ اگر اس بات کو بھی بھولے گا اس میں بھی اپنی مرضی کرے گا تو یہ جو ہم لوگوں کو انسانوں کو یہ مصیبت ہے کہ انسان قبول نہیں کرتے یا جنوں نے کیا انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا تو صرف یہ نہیں ہوتا کہ اس ایک آدمی نے گناہ کیا یہ بڑا چھوٹا سا تصور ہے ہوتا یہ ہے کہ بحیثیت انسان اس کائنات بسیط میں بھی جو اس کی ذمہ داری تھی جو اس نے پوری نہ کی اور اس ایک آدمی کی خطا سے ریت کے ایک ذرے سے لے کر آسمانوں اور عرش عظیم تک کی مخلوق کی حالات تک متاثر ہوتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ جنگل میں کسی چڑیا کے انڈے گیدڑ جو کھا جاتا ہے وہ کسی انسان کی خطا کے سبب برباد ہوتے ہیں کسی انسان اپنے فرض کی بجا آوری میں جو کوتاہی ہوتی ہے اس کے نتیجے میں جنگلوں میں صحرائیوں میں جو نظام ہے وہاں تک وہ متاثر ہوتا ہے ایک فضا متاثر ہوتی ہے نظام کائنات متاثر ہوتا ہے اور جب یہ اپنے فرائض پورے طور پر ادا کرتا ہے تو یہ صرف ایک نیکی نہیں کرتا یہ پورے نظام کائنات میں جو جو چیزیں اس کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر صحیح کام کرتی ہیں اور پوری کائنات کو سکھ پہنچتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے جرائم کی سزا بہت کڑی ہے کیونکہ جرم اکیلا نہیں ہے نا اس میں بہت وسعت ہے آپ ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں انسانی ذمہ داری کو آپ نماز ادا کرتے ہیں اللہ سے باتیں کرتے ہیں اپنی گذارشات پیش کرتے ہیں دعائیں کرتے ہیں آپ التحیات میں بیٹھتے ہی کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی سب سے زیادہ حق تو اس ذات کا ہے جس نے پھر ہمیں اس بارگاہ میں پہنچا دیا جس میں ہم دنیا میں آنے پر بھول چکے تھے یہ باتیں تو وہاں تھیں وہاں سے یہاں تک آنے میں بھی زمانہ لگا اس میں وہ ہماری صنعت جہالت ہم پر غالب آئی ہم بھول گئے یہ احسان ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ اس نے پھر وہ رشتہ تازہ کر دیا اور ہمیں یاد دلایا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے تو اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کا انداز اللہ کریم نے سکھایا کہ میری عبادت کے وقت یہ یاد رکھو یہ طریقہ عبادت یہ آشنائی تمہیں کس نے بخشی ہے نئے سرے سے۔ پھر اپنے لیے بھی سلامتی مانگو کہ جب نبی علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہو تو یہ وہ دعا جو کبھی رد نہیں ہوتی اگرچہ اپنے لیے بھی تم مانگ رہے ہو لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ سلامتی بھیجتے ہو تو پھر اپنا نام بھی شامل کر لو کہ اللہ کی شان سے یہ بعید ہے کہ آدھی دعا قبول کرے آدھی رد کر دے جب قبول کرے گا تو ساری ہی کرے گا جب کہتے ہو السلام علیکم ایہا النبی تو یہ تو قبول ہو گئی تو اب کہہ دو السلام علینا اور اس میں علی نہ کہو مجھ پر نہ کہو علینا کہو کہ جو بھی کلمہ گو ہے اسے ساتھ گھسیٹ لو سب کو بخشا جانے دو ایک جملے میں کیا لگتا ہے تمہارا ساری مخلوق پر رحمت کی بارش ہو جانے اور اس نا میں تو وہ ہیں جو تمہارے ساتھ روئے زمین پر اسلام قبول کر کے اسی ذمہ داری میں پھنسے ہوئے ہیں کہ جو تم سے پہلے

گذر چکے جو زمین پر نہیں ہیں جو آسمانوں پر ہیں جو دوسری دنیا میں ہیں یا جو آنے والے ہیں انہیں یوں پھر نہ ہو کہ و علی عباد اللہ الصلحین ازل سے ابد تک جہاں بھی اللہ کا کوئی نیک بندہ ہے ان سب پر بھی سلامتی ہو تو اس ایک جملے میں انسانی ذمہ داری کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کا ایک جملہ اس کا ایک عمل نماز کا ایک التحیات اپنے اثرات کے اعتبار سے اس کی وسعت کتنی ہے اور پھر جب وہ نہیں کرتا ایک نماز ہم نے چھوڑ دی کہ جو اپنی نماز تھی قضا ہو گئی نہیں پڑھی اپنی تو قضا ہوئی تو ہوئی وہ سلام نبوت کیا ہوا اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے لیے جو دعا کرنا ہم پر اگر نماز فرض تھی اگر وہ جملہ فرض تھا تو دعا بھی فرض تھی اور پھر ازل سے ابد تک جو نیک انسان یا فرشتہ یا کوئی بھی اللہ کا نیک بندہ اطاعت گذار جو بھی اس کی تخلیق میں اس کی مخلوق اطاعت گذار ہے ان سب کی دعا کا عنصر تھا کہ ایک نماز تو نہ چھوٹی ذرا مدعیوں کی قطار کا اندازہ لگائیں جو میدان حشر میں دامن پکڑیں گے کہ ہمارا حق تھا اس نے کہاں کیا اس کے ذمے تھا ہمیں اپنی اس دعا میں اس سلامتی میں شامل کرنا ہمارا کیا حال ہوا جب اس نے ہماری سلامتی کا ایک لنک مس کر دیا آپ کسی کی گھر کی بجلی کی تار میں سے ایک تار نکال لیتے ہیں تو آپ نے تو صرف ایک تار نکالی شاید اس کا فریزر جل گیا ہو گا شاید اس کا ٹیلی ویژن جل گیا ہو گا شاید اس کا کتنا نقصان ہوا ہو گا کتنی اس کی وولٹیج کم ہوئی ہو گی کیا کیا اثرات ہوئے ہوں گے آپ نے تو سمپل SIMPLE ایک نماز نہیں پڑھی لیکن اس سے جو روشنی بارگاہ الوہیت سے جاتی تھی اس میں جو رکاوٹ آئی تو اثرات کہاں تک پہنچے۔

یعنی جمال کی تمنا بڑے مزے کی بات تھی لیکن اس کے ساتھ جو ذمہ داریاں آئیں اس کی وسعت کا اندازہ کر لیجئے اس اعتبار سے یہ خلیفتہ اللہ فی الرض کہلایا کہ اس نظام کا بیشتر حصہ ان برکات سے چلتا ہے جو اس کی طلب سے اس مخلوق تک پہنچتی ہیں پھر اس اللہ نے اختیار بخشا ایک قانون دیا نیک و بد سمجھنے کی تمیز بخشی اور اسی قانون اپنے اس نظام کو حاصل کرنے کے لیے اسے قوت عطا فرمائی اسے فرمایا میدان عمل میں نکلو کام میں کروں گا کروں گا تمہارے ہاتھ سے تو اب یہ جو دنیا پہ کفر پھیل رہا ہے اور ہم مزے سے بیٹھے ہیں تو یہ ہم اس ذمہ داری سے جان چرا کر بیٹھے ہیں ہمارے ذمے یہ واجب ہے کہ ہم نہ صرف خود کو اپنے ماحول کو اپنے ملک کو بلکہ روئے زمین کو اللہ کے قانون کے مطابق چلنے پر مجبور کر دیں یہ ہم پر ہر حال میں فرض ہے۔ اور یہاں حال یہ ہے کہ ہر آدمی کو یہ امید ہوتی ہے کہ کوئی مجھے نماز کے لیے جگائے مجھے کوئی وظیفہ بتا دو جی میں نماز کے لیے اٹھ جاؤں۔

ببیں تاوت را از کجا است بکجا

اب کسی فوج کا کوئی جرنیل کہے کہ جی کوئی وظیفہ بتاؤ میں اٹھ کر پریڈ پر پہنچ جاؤں تو کمال ہے حیرت ہے کیسی عجیب لگے گا کہ یہ جرنیل ہے یہ لیڈر ہے پریڈ کا جو کہتا ہے کہ جی مجھے کوئی وظیفہ بتاؤ میں پریڈ پر اٹھ کر شامل ہو جاؤں ورنہ مجھے نیند نہیں چھوڑتی کون برداشت کرے گا کیا آپ سوچ سکتے ہیں ایسا آدمی جرنیل رہے گا۔ یہی وجہ ہے جناب کہ مسلمانوں کی لسٹ سے لوگ خارج ہوتے رہتے ہیں نئے نئے عقیدے اپناتے رہتے ہیں اسلام چھوڑ کر اور خرافات میں اور بدعات میں اور گمراہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ سارے نام کٹے ہیں ادھر سے نام کٹ گیا تو کسی یونٹ میں کسی فوج میں کسی محکمے میں کسی شعبے میں چلا گیا اور یہ نام کٹتا ہے انہی کوتاہیوں سے۔

اللہ کریم ہمیں اس کی سمجھ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ہمت عطا فرمائے یہ شعور بخشے کہ ہم اسے محفوظ کر سکیں اسے سمجھ سکیں اسے جان سکیں اور ہماری کوتاہیوں سے در گذر فرما کر ہماری مدد فرماتا رہے۔

(وآخر دعونا ان الحمد اللہ رب العلمین)

★★★

# انعاماتِ الٰہی کے مستحق

ترجمہ :۔ جن لوگوں نے اقرار کر لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر (اس پر) مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے۔ دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے۔ اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہو گا غفور رحیم کی طرف سے۔

(سورہ ۴۱ ۔ آیات ۳۰ تا ۳۲)

رب جلیل نے مسلمان کی حیثیت اللہ کے نزدیک اس کی عزت و احترام دنیا و آخرت میں اسے جو تائید باری حاصل ہوتی ہے اور اسلام کیا چیز ہے اسلام کیا سسٹم ہے اسلام ہے کیا چیز یہ دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں سب سے پہلی بات اسلام کیا چیز ہے فرمایا وہ لوگ جو یہ کہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ۔ جو یہ کہہ دیں کہ ہمارا رب اللہ ثم استقاموا۔ پھر اس بات پر جم جائیں یہی سارا اسلام ہے نظام عالم میں انسانی سوچ انسانی فکر انسانی عمل کا مدار نفع کی امید یا نقصان کے اندیشے پر ہے وہ کسی کی خوشامد کرتا ہے کسی کی عزت کرتا ہے کسی کے ساتھ مزدوری کرتا ہے اس کی ملازمت کرتا ہے نفع کی امید پر یا کسی کا احترام کرتا ہے یا اس کا لحاظ کرتا ہے تو اس کے ڈر سے کہ اس سے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے تیسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے انسان کا انسان کے ساتھ وابستگی کا۔ رب جلیل فرماتے ہیں کہ یہ Relationship جو ہے یہ تعلق جو ہے یہ بندے کا میرے ساتھ ہونا چاہیے یہ اسلام ہے۔ انسانوں کے ساتھ انسانی رشتے ایمانی رشتے اخلاقی رشتے نسبتی رشتے ان کی اپنی حیثیت ہے لیکن تمام تر امیدیں جو ہیں وہ میرے ساتھ وابستہ کی جائیں اور تمام تر اندیشے میری ناراضگی کے ساتھ رکھے جائیں۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ۔ رب بڑا واضح لفظ ہے عربی میں یہاں رب اللہ کریم کا صفاتی نام بھی ہے لیکن یہاں بطور صفت کے ارشاد فرمایا گیا رب کا مفہوم بنتا ہے کوئی ایسی ہستی جو اپنے متعلقین کی اپنے مربوب کی جس کا وہ رب ہے ہر ضرورت ہر وقت ہر جگہ پوری کر کے اس کی تربیت کرے اب ہر ضرورت ہر وقت ہر جگہ پوری کرنے کے لیے اسے مزید قوت چاہیے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ اس کے ہر حال سے واقف ہو اس کی بھی ضرورت ہے کہ اس کے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہوں اس کی کسی ضرورت کے لیے اسے کہیں مانگنے نہ جانا پڑے پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ وہ بالکل خود مختار مرضی کا مالک ہو کسی سے اجازت نہ لینی پڑے تب جا کر اس پر ربوبیت کا اطلاق ہوگا اور یہ ساری صفات ایسی ہیں جو سوائے اللہ کریم کے کسی کو حاصل نہیں۔ تو سارے کا سارا اسلام یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والا اپنی امیدیں اللہ سے وابستہ کر لے اندیشے اس کے غضب

سے رکھے۔ اب اس کا یہ معنی ہرگز نہیں ہو گا کہ مسلمان دنیا میں کسی سے تعلق ہی نہ رکھے کسی سے اس کا پیار ہی نہ ہو کسی سے محبت ہی نہ ہو کسی کا احترام ہی نہ ہو یہ نہیں بات اصل بات یہ ہے کہ کسی کی بھی محبت محبت الٰہی پر غالب نہ آسکے کسی کے ساتھ ایسی امید وابستہ نہ کی جائے کہ اللہ کی نافرمانی کر کے اس کی اطاعت کی جائے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے اسے رب مان لیا۔ اطاعت الٰہی کے اندر اللہ کریم نے والدین کے حقوق مرتب فرمائے ہیں تو انہیں پورا کرنا اللہ کی اطاعت ہو گی اللہ نے اولاد کے حقوق اگر فرض فرمائے ہیں تو انہیں پورا کرنا اللہ کی اطاعت ہو گی اللہ نے آپس میں محبت سے رہنے کا حکم دیا ہے تو آپس کی محبت مسلمانوں کی محبت ہو گی یا دوستوں سے الفت یا اکرام و احترام جو ہو گا یہ سب اللہ کی اطاعت کہلائے گا۔ لیکن جب ہم کسی کو خوش کرنے کے لیے یا کسی کی رضا کے لیے اللہ کی اطاعت چھوڑیں گے تو اس کا معنی ہو گا کہ ہم نے اسے اپنا رب اسے اپنا حاجت روا مان لیا۔

یہ جو ہمارے ہاں جھگڑا رہتا ہے فلاں نے یا رسول اللہ کہہ دیا وہ کافر ہو گیا اور فلاں نے یا غوث کہہ دیا تو کافر ہو گیا یہ بڑی سطحی سی بات ہے اصل مدار اس بات پر ہے کہ آپ کی امیدیں اللہ سے وابستہ ہیں یا غیر اللہ سے آپ اپنی ضروریات کا منبع اپنی ضروریات کے پورا کرنے والا اپنی حاجات کے پورا کرنے والا کس کو سمجھتے ہیں اس میں فرشتے نبی علیہ السلام اور رسول علیہ السلام کی بات نہیں جب ہم اپنے نفس کی خواہش پوری کرتے ہیں اللہ کے حکم کو توڑ کر اللہ کی اطاعت کو چھوڑ کر ہم اپنی ذات کی اطاعت کرتے ہیں اپنی خواہش کی اطاعت کرتے ہیں تو اللہ کریم فرماتا ہے۔

افارالیت من اتخذ الٰہ ھو لہ۔ آپ نے وہ لوگ دیکھے جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے میری عبادت نہیں کرتے اپنی خواہش کی کرتے ہیں اسی اطاعت کو جو ہم نفس کی کرتے ہیں اللہ نے عبادت قرار دے دیا یہ کہ تم نے اپنے نفس کو معبود بنا رکھا ہے تو یہ تو بڑی سطحی سی بات ہے کہ صرف یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا تو بڑی سطحی سی بات ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں اس میں تو بہت سے احتمالات ہیں کوئی درد سے کہتا ہے کوئی محبت سے کہتا ہے کوئی اللہ کی امید پہ کہتا ہے میرا رب پہنچا دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں جہاں کوئی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں تو یہ تو بہت سارے ہیں کوئی کس خیال سے کہہ رہا ہے کس درد سے کہہ رہا ہے کس پیار سے کہہ رہا ہے۔

اصل بات جو ہے وہ انسانی امیدوں کی وابستگی کی ہے تو سارے کا سارا اسلام جو ہے یہ رب یہ جو عبادات اور ایک پورا نظام حیات جو اسلام نے دیا اسے اپنانے کا کیا مقصد ہے عبادت فی نفسہ مقصود نہیں ہے نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ یہ کوئی مقصودی چیزیں نہیں ہیں یہ ذرائع ہیں۔ ذرائع ہیں تجلیات الٰہی کو پانے کے انوارات الٰہی کو پانے کے قرب الٰہی کو پانے کے وسیلے اور ذرائع اور اسباب ہیں کہ ان کے ذریعے سے اللہ کے ساتھ وہ تعلق قائم ہوتا ہے کہ اپنی امیدیں اللہ سے وابستہ کی جا سکتی ہیں ہم کسی کو جانتے نہیں اس کی حیثیت سے واقف نہیں اس کی طاقت سے واقف نہیں اس کی شان و شوکت سے واقف نہیں اس کے ساتھ کیسی امید وابستہ کریں۔ ایک شخص ایک ملک کا سربراہ ہو ملک کا وزیراعظم ہے با اختیار ہو لیکن اگر وہ کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو تو اسے تو پانی بھی کوئی نہیں پوچھے گا۔ صرف اس کا وزیراعظم ہونا شرط نہیں ہے شرط یہ ہے کہ جن لوگوں میں وہ ہے وہ جانتے بھی ہوں اس کی حیثیت کیا ہے تب اس کے ساتھ اس کا احترام کریں گے اپنی امید وابستہ کریں گے۔

یہی حال ہے عظمت باری کا اب جن کو اس کا احساس و ادراک ہی نہیں ہے لوگ تو پتھروں سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں درختوں کی پوجا کرتے ہیں چاند اور سورج کی کرتے ہیں آگ کی کرتے ہیں آپ ایک بات دیکھیے گا کسی عام درخت کو کوئی نہیں پوجے گا وہ درخت درختوں میں یا بڑا ہو گا یا اس میں کوئی خاص وصف ہو گا جو دوسرے درختوں میں یا بڑا ہو گا یا اس میں کوئی خاص وصف

ہو گا جو دوسرے درختوں میں نہیں ہو گا کسی عام پتھر کو کوئی نہیں پوجے گا یا کسی پتھر کی کسی خاص شخص کے ساتھ نسبت کر دیں گے لوگ بت بنا کر یہ فلاں شخص کی تصویر ہے اس شخص کی کچھ خصوصیات یا اوصاف ہوں گے جس سے وہ لوگ مرعوب ہیں آگ کو جنہوں نے پوجا انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ آگ غالب ہے ہر چیز پر اس کے سامنے جو آتا ہے اسے راکھ کر دیتی ہے اسی کی پوجا کرنی چاہیے۔ دریاؤں کو جن کو پوجا گیا وہ کوہ ہمالیہ سے شروع ہوتے ہیں اور پورے برصغیر سے پھرتے پھرتے سمندر میں جا گرتے ہیں سمجھا گیا کہ یہ کوئی بہت بڑی طاقت ہے ایک سرے سے چلتی ہے یعنی کوئی بڑائی کا تصور جو ہے کسی طاقت کا کسی عظمت کا تصور جہاں پیدا ہو گیا لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی اب اگر اس تصور کو وہ اللہ کی معرفت نصیب ہو سمجھ آ جائے کہ حقیقی بڑائی ہے کیا اور حقیقی طاقت کیا شے ہے اور وہ کس ہستی کے پاس ہے تو پھر وہ اپنی امیدیں اس سے وابستہ کرتا ہے اس معرفت کو اس قدرت کاملہ کو پانے کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے اللہ کی عبادت ہے اللہ کی بندگی ہے نماز و حج و روزہ ہے اس کے لیے حلال کمانا شرط ہے حلال کھانا شرط ہے کہ جو شخص حلال کمائے گا نہیں اس نے ایک فرض ضائع کر دیا ہماری بڑی عجیب عادت ہے ہم نے نماز کو فرائض میں رکھا روزے کو فرائض میں رکھا ہم نے زکوۃ کو فرائض میں رکھا لیکن جو ان سب کا بنیادی فرض ہے کہ رزق حلال کمانا ہر مسلمان پر فرض عین ہے یہ صرف فقہ کی کتابوں میں ہے ہمارے جلسوں میں ہماری تقریروں میں ہماری تبلیغ میں نہیں ملتا ہماری نصابی کتابوں میں نہیں ملتا اس چیپٹر (Chapter) کو ایسا بند کیا گیا کہ دینی جو شعبہ تھا اس کے سربراہ جو لوگ تھے ذمہ دار جو لوگ تھے ان کی اکثریت نے کسب رزق چھوڑ دیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم اگر کسی کو دین پڑھاتے ہیں تو ہمارے لیے کسب اسے کرنا چاہیے ہم اگر تقریر کرتے ہیں تو ہماری روزی کا انتظام ان سامعین کو کرنا چاہیے یہ درست نہیں تھا سامعین کے لیے اپنا رزق کمانا فرض تھا مقرر کے لیے اپنی روزی ان اسباب کے ساتھ جو اللہ نے پیدا فرمائے ہیں اور حصول رزق کے ذرائع معروف ہیں یاد رکھیے ایک دفعہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے کسی مولوی صاحب نے پوچھا وہ اس چکر میں پڑے ہوئے تھے کہ شاید کچھ چیزوں کو ملا کر سونا بنایا جاتا ہے یا کچھ اس طرح کی کیمیا گری کا انہیں شوق تھا تو انہوں نے مسئلہ پوچھا تھا حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے کہ اگر سونا بنا لے آدمی تو اس کو بیچ کر کھانا یا اس دولت کا کیا شرعی جواز ہو گا جائز ہے یا حلال ہے یا نہیں ہو تو مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بڑا سادہ سا جواب دیا تھا کہ رزق کے ذرائع معروف ہیں تجارت مزدوری ملازمت اور کاشت کاری کوئی پانچواں ذریعہ حیات انسانی میں معروف نہیں کوئی پھل بیچتا ہے کوئی غلہ بیچتا ہے کوئی زمین اور اس کی چیزیں اگانے میں محنت کرتا ہے یا ملازمت کر لیتا ہے یا مزدوری کرتا ہے یا تجارت کرتا ہے کوئی پانچواں ذریعہ معروف ذرائع میں نہیں ہے یہ مصلے کے نیچے سے پیسے نکل آئے یہ چیزیں ملائیں اور سونا بن گیا اور بیچ لیا فرمایا نہیں معروف ذرائع میں سے ہی نہیں ہے جو ذرائع معروف نہیں ہیں وہ قطعاً جائز نہیں ہیں اس کی حلت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مزید اس موضوع پہ لکھا کہ انقلاب ماہیت ممکن نہیں ہوتا یعنی کسی چیز کی اصل کو بدل دینا یہ مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے اسے کہتے ہیں قلب ماہیت اللہ نے انسان پیدا کیا کوئی اسے گدھا بنا دے اور وہ ہمیشہ کے لیے گدھا بن جائے یہ ممکن نہیں ہے انسان ہی رہے گا۔ اس کی آپ حیثیت جو اللہ نے تخلیق کی ہے اسے نہیں بدل سکتے اگر کوئی کسی پر جادو کر کے اسے گدھا بناتا ہے تو اس کی انسانیت اس میں سے جائے گی نہیں وہ نظر کا دھوکا ہو گا یا دوسروں کو دیکھنے میں گدھا لگے گا لیکن اس کی اصل جو انسانیت اس میں ہے وہ وہی رہے گی قیامت کو انسانوں کی صف میں جواب دے گا گناہ ثواب کا اس کا وہی انداز ہے اسی طرح کوئی فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے جس کا متعدد بار قرآن میں بھی ذکر ہے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس انسان بن کر آیا تو انسانی شکل اختیار کرنے پر اس کے فرشتہ ہونے کی حیثیت

تبدیل نہیں ہوتی وہ رہے گا فرشتہ ہی۔ یہ کہتے ہیں قلب ماہیت منع ہے یہ ہو نہیں سکتی اللہ نے جسے جس طرح پیدا کیا وہ ویسا ہی رہے گا۔ ایک جن ہے وہ متشکل ہو کر کتا بنتا ہے گدھا بن جاتا ہے تو وہ شکل تبدیل کر سکتا ہے لیکن اصل میں وہ گدھا نہیں اس کی جبت اس کے اندر موجود رہے گی رہے گا وہ جن ہی حساب کتاب جنوں کا ہو گا تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جب قلب ماہیت ہی ممنوع ہے تو آپ تانبے کو سونا کیسے بنا سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ آپ اس پر کوئی رنگ چڑھا دیں تو یہ دھوکا ہو گا سیدھا سیدھا جب اس کی اصل نہیں بدلتی تو پھر تو دھوکا ہو گا۔ خیر یہ تو ایک فنی بات تھی اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ایک لمبی اس پہ بحث فرمائی۔

اصل بات یہ تھی کہ حصول رزق فرض عین ہے اس لیے کہ آپ حلال کمائیں گے نہیں' تو حلال کھا کس طرح سکیں گے۔ حلال کمانے کے ساتھ پھر پاکیزہ ہونا شرط ہے کھانے کے لیے کلوا من رزق اللہ حلال طیبا۔ حلال بھی ہو اور پھر وہ پاکیزہ بھی ہو اس لیے کہ جب رگوں میں جو خون ہے وجود کا جو گوشت ہے وہ حرام سے بنے گا رگوں میں خون حرام کا دوڑے گا تو جو قوت دماغ کو پہنچے گی حرام سے پہنچے گی بینائی جو آنکھوں کو ملے گی حرام سے ملے گی دھڑکن جو دل میں پیدا ہو گی حرام سے ہو گی ہم رشوت لے کر بچوں کو پالتے ہیں اور پھر شکایت کرتے ہیں کہ یہ نافرمان ہو گئے یعنی آپ نے ایک غلاظت سے ایک کیچڑ سے ایک بلڈنگ بنائی آپ شکایت کرتے ہیں جی اس سے بدبو آتی ہے تو بدبو نہیں آئے گی تو اس میں سے خوشبو کیسے ممکن ہے۔ زیادتی تو ہم نے کی ہم انہیں دال کھلاتے انہیں مرغ نہ کھلاتے ہم انہیں پراٹھے نہ کھلاتے خشک فروٹ دیتے۔ لیکن وہ حلال کی ہوتی ان کی رگوں میں حلال خون ہوتا ان کے وجود پر حلال گوشت ہوتا ان کی سوچ میں وہ حیا ہوتی ان میں وہ بات ہوتی تو یہ ساری چیزیں ہیں جب وجود میں آپ حلال داخل کرتے ہیں کھاتے حلال ہیں طیب کھاتے ہیں پھر اللہ کی عبادت اس پر مزید کرتے ہیں یہ ساری حلال کمانا حلال انداز سے زندگی گزارنا بجائے خود عبادت ہے پھر اس پر رکوع و سجود حج وغیرہ ادا کر کے مال سے زکوۃ دے کر پھر اسے پوری فائی Purefy کرتے ہیں اس سارے پراسس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دل کا تعلق رب کریم سے امید کی وابستگی کا پیدا ہو جاتا ہے ورنہ بندہ ایک بچہ دیکھ رہا ہو تو گناہ نہیں کرتا کبھی اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ آپ انسانی زندگی کا مطالعہ کریں نا ہمارے دعووں کو چھوڑ دیں کہنے کو تو ہم میں سے ہر ایک کہتا ہے میں اللہ کو ہر جگہ وقت حاضر ناظر سمجھتا ہوں قادر سمجھتا ہوں لیکن یہی کہنے والا خواہ میں ہوں میں ایک چار پانچ سال کے بچے کے سامنے برائی نہیں کرتا اور جب میں اللہ کے سامنے کر لیتا ہوں تو میں کب اسے حاضر جانتا ہوں حاضر جاننے کے لیے صرف کہنا شرط نہیں ہے ایک دوسرے فرد کو معلوم کسی دوسرے انسان کو معلوم ہو کہ یہ چیز میں نے دس روپے کی خریدی ہے تو میں بیچنے کے لیے اسے نہیں بتاتا کہ میں نے پندرہ کی خریدی ہے کسی کو نہ پتہ ہو ہم کہتے ہیں خرید بتاتا نہیں جی میں نے بیس کی خریدی ہے آپ کی مرضی آپ کیا دیتے ہیں ہم کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں جی پچیس کی بیچوں گا دل چاہے تو لے لے نہ تو نہ لو خرید کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے یعنی اگر ہم زیادہ ہی پیسے لینا چاہتے ہیں تو جائز بات کی وہ ہماری ملکیت ہے ہم پچیس سے کم پر نہیں بیچیں گے خواہ ہم نے مفت لی ہو لیکن ہم اپنے اس پچیس کو سپورٹ کرنے کے لیے دس کی بجائے بیس کا جھوٹ بول لیں گے کیوں ذرہ سی بات پر اپنی بات کو حرام کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا بازار سے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلہ بیچتے تھے غلے کا ڈھیر لگا ہوا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ہاتھ مبارک ڈال کر دیکھا تو نیچے سے جو دانے تھے گیلے تھے تو فرمایا یار یہ اندر سے گیلے ہیں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم گیلے تھے دھو کر صاف کر کے رکھے تو اوپر سے ہوا لگی دھوپ لگی خشک ہو گئے فرمایا کوئی خریدار آئے اسے بتاتا کہ اندر سے گیلے ہیں کوئی گاہک آئے تو اسے یہ بتاتا کہ یہ اندر سے گیلے ہیں یہ نہ ہو کہ اوپر سے سوکھے دیکھ کر

بت طے کرلے وہ جائز نہیں ہو گا۔

تو یہ ساری بنیاد فراہم کرتی ہے صرف ایک بات کہ آدمی کو اللہ سے وہ تعلق ہو جائے کہ وہ اس پر اعتماد کر سکے اگر اعتماد کر لیا تو یہ مفسرین کے مطابق یہ آیہ کریمہ نزع کے حال کو بیان کر رہی ہے جب موت کا وقت آتا ہے تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا لوگ حج پر جاتے ہیں بڑی خوشی سے شوق سے پھر جاتے وقت گلے مل مل کر رو رہے ہوتے ہیں کوئی لڑائی پر جاتا ہے یعنی بڑے شوق سے بڑی منتیں کر کر کے ہزاروں روپے دے کر قرعے میں نام نکلا اور بڑی سعادت لیکن اپنوں سے بچھڑنا اپنے ماحول سے الگ ہونا گھر سے نکلنا بیوی بچوں سے دوستوں سے والدین سے وہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے خواہ وہ دو مہینے کے لیے حج پر جا رہا ہے پھر بھی وہ مل کر روئے گا اسے بچھڑنا مشکل لگے گا ساری عمر ہم باہر ملازمتیں کرتے ہیں ہر بار گھر سے جاتے ہیں ایک نئی تکلیف ہوتی ہے بے شمار ضرورتیں بے شمار چیزیں بے شمار باتیں رہ جاتی ہیں ہم تبلیغ کے لیے سفر کرتے رہتے ہیں لیکن پوری زندگی ڈسٹرب ہوتی ہے بے شمار چیزیں بے شمار باتیں بے شمار ضرورتیں ہیں جو رہ جاتی ہیں ہمیں چھوڑنا پڑتی ہیں تب جا کر کام ہوتا ہے۔ تو جب دنیا ہی سے نکلنے کا وقت آتا ہے یہ بڑا مشکل لمحہ ہوتا ہے یہ اتنا آسان نہیں ہوتا کہ آدمی بیوی بچے گھربار مال دولت ایک پوری حیات ایک پوری کائنات چھوڑ کر ایک ایسے ملک کو رواں ہے جہاں بڑا کوئی بے لحاظ سا سسٹم ہے جہاں کوئی کسی کی پرواہ نہیں کرتا وہ کہتے ہیں کچھ ساتھ لائے ہو تو کھا لو نہیں لائے ہو تو سوچ کرو اچھا لائے ہو اچھا کھا لو برائی لائے ہو تو خود بھگتو گناہ کر کے لائے ہو اپنے سر پر رکھو نیکی کر کے لائے ہو اپنے سینے سے لگاؤ بڑا بے لحاظ سا ملک ہے پھر صرف انسان کا انسانوں سے جدا ہونا نہیں ہے روح کا بدن سے جدا ہونا ایک الگ معاملہ ہے اللہ کریم فرماتے ہیں جب یہ مشکل لمحہ آتا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہے انہیں میں پریشان نہیں ہونے دیتا۔

تتنزل علیھم الملئکۃ۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں انہیں کہتے ہیں تم نے سمجھایا نہ سمجھا تم نے محسوس کیا یا نہ کیا ہم تمہاری ساری زندگی تمہارے ساتھ رہے ہیں یہ جو تم بڑے بڑے معرکے سر کر لیے کرتے تھے یہ جو تم بڑے بڑے کام کر لیتے تھے یہ جو بڑے بڑے کام تمہاری طرف منسوب ہوتے تھے جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا یہ نرے تم نہیں تھے ساتھ ہم بھی تھے نام تمہارا تھا کام ہم کرتے رہے ساری زندگی تمہارے ساتھ تو موت میں بھی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں تم اکیلے نہیں ہو ہم اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہیں ہم نزع میں تمہارے ساتھ ہیں موت میں تمہارے ساتھ ہیں میدان حشر تک تمہارے ساتھ جائیں گے۔

نحن اولیٰؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ ہم تو تمہارے دوست ہیں خادم ہیں زندگی میں تمہارے ساتھ رہے موت میں ہماری ذمہ داری ہے تمہارے ساتھ رہنا اور دیکھو تم جو چھوڑ رہے ہو یہ سارا فانی ہے تمہاری سب بے شمار خواہشات تھیں جو پوری نہ ہو سکیں تمہاری بے شمار ضرورتیں تھیں جنہیں دنیا پورا نہ کر سکی اور جہاں تم جا رہے ہو وہاں تم ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم وہاں تو تمہاری ہر آرزو کی تکمیل موجود ہے اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے تم خواہش کرو گے تو وہ چیز موجود ہو گی وہاں تو تمہاری آرزوؤں اور خواہشات کی تکمیل کی جگہ ہے وہ تو اصل گھر ہے تمہارا۔ ولکم فیھا ما تدعون۞ وہی جگہ ہے جہاں جو تم مانگو گے وہ تمہیں مل جائے گا۔ اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ یعنی فرشتے آج بھی نازل ہوتے ہیں صرف بدر کو نازل نہ ہوئے تھے آج بھی نازل ہوتے ہیں قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے لیکن اس بندے کی مدد کے لیے اس بندے کی خدمت کے لیے اس بندے کی دوستی کے لیے جس نے اپنی امیدوں کا مرکز ذات باری کو بنایا اور جس نے امیدیں وہاں سے ہٹا کر کہیں اور جوڑ لیں یہ پھر اس کی ذمہ داری ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو گا۔ تو سارے کا سارا اسلام یہ ذکر اذکار یہ سارے وعظ و نصیحت یہ سارے نماز و روزہ یہ سب وسائل اور ذرائع ہیں حاصل یہ ہے کہ ہمیں

# مشعل کا سفر

سلسلہ عالیہ کے اولین مشن وسط ایشیا کی ابتدائی رپورٹ

خالد سلطان پرنسپل مقارہ کالج

جہاد افغانستان میں روسی افواج کی ذلت آمیز شکست کے بعد روسی استعمار کی شکست و ریخت اس صدی کے اہم تاریخی واقعات میں سرفہرست ہے۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تہذیب کے قدیم گہوارے کے طور پر جانا جانے والا وسط ایشیا بھی آزاد ہو رہا ہے وسط ایشیا کے نو آزاد شدہ مسلم ریاستوں کے حالات و حقائق سے آگاہی اور سلسلہ عالیہ کے فیوض و برکات کا رابطہ اپنے چند مشائخ کرام سے منور سرزمین سے جوڑنے کا مقصد عالی کی خاطر جولائی کے آخری ہفتہ میں حضرت دامت برکاتہم نے تحقیقی مشن ازبکستان جمہوریہ کے لیے تشکیل دیا اس مشن کے احباب۔

۱۔ جناب عبدالقیوم بٹ صاحب۔ امیر۔
۲۔ جناب مقبول احمد شاہ صاحب۔ صاحب مجاز۔
۳۔ جناب خالد سلطان صاحب۔
۴۔ جناب جلال احمد خان صاحب۔

مشن کے احباب نے امیر مشن کی ہدایات و راہنمائی کے تحت متذکرہ ممالک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد حکومت پاکستان کی طرف سے جمہوریہ ازبکستان سے موجود فضائی روابط و ویزا کی میسر سہولتوں سے استفادہ کرتے ہوئے تاشقند دارالخلافہ ازبکستان اور اس جمہوریہ کے مشہور شہروں ثمرقند و بخارا کے دورہ کا فیصلہ کیا افغانستان میں جاری خانہ جنگی کی وجہ سے پاکستان کی فضائی پروازوں میں تعطل اور تاشقند کی پروازوں میں بکنگ کے رش کے باعث مشن کو کراچی سے ۲۲ اگست کی ازبکستان ایئر لائنز کی پرواز سے جانا پڑا۔

مشن کا قیام جس ہوٹل میں ہوا اس کے بالکل نزدیک سلسلہ عالیہ کے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کا قائم کردہ مدرسہ کوکلتاش واقع تھا یوں سلسلہ کے انوارات اور بزرگوں کی طرف سے نوازشات کی ابتدا ہوئی اور اسی مدرسہ، سے ذکر اللہ کی تبلیغ و ترویج کا مقدور بھر آغاز ہوا۔

تاشقند ازبکستان میں مرکزی طور پر واقع وسیع و عریض رقبہ پر پھیلا ہوا ۲۲ لاکھ آبادی کا شہر ہے اور جدید و قدیم طرز تعمیر کا حسین امتزاج ہے قدیم شہر میں سولیات کا فقدان واضح نظر آتا ہے لیکن انہیں قدیم حصوں میں مسلمانوں کی شہرت کے ساتھ ساتھ اسلامی روایات کی واضح تر جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔

تاشقند کی تاریخی مساجد پچھلے ستر سال کے کیمونسٹ تسلط کے دوران بند رہیں نماز و ذکر اللہ کے علاوہ دیگر مقاصد کے لیے استعمال ہوئیں اور عمومی طور پر حکومت کے عمداً تغافل کی وجہ سے عمارتی طور پر زوال کا شکار ہوئیں اسلام کے زریں ادوار میں قرون وسطی کے درخشندہ تہذیبی گہوارے تاشقند میں مسجدیں دور دور واقع ہیں اور تمام مسجدیں تو اب تک پوری طرح آباد ہی نہیں ہوئیں۔ تقریباً تمام مساجد تعمیر نو کے مختلف مراحل میں ہیں۔ خود مدرسہ کوکلتاش کی مسجد سے شائد کسی حکومتی آلات کی خاطر لگائے گئے دھاتی ڈھانچے اب تک نہیں ہٹے اور نماز مدرسہ کی عمارت کے ایک حجرے میں ادا کی جاتی ہے۔ اور مدرسہ کے وسیع صحن کو مقامی مسلمانوں کی اعانت سے فرش اور بنیادوں کے ابتدائی مراحل سے دوبارہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔

ہمیں چند مساجد میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی جس میں حضرت ابو عیسیٰ ترمذی کی طلا جامع مسجد قابل ذکر ہے جہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جری قرآن مجید کا نسخہ مرجع و خلائق ہے اسی مسجد کی قدیم نسخوں کی لائبریری میں کیمونسٹ تسلط سے بچ جانے والی کتب اب بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔ اس کے علاوہ تختہ پائی کی مسجد امام بخاری کے نام سے منسوب مسجد اور دیگر مساجد میں جانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسلام کے تحت ترکستان بھی حکومتی عروج کی علامت کے طور پر تاریخ میں محفوظ ثمرقند و بخارا جانے کا اشتیاق مشن کو کشاں کشاں ادھر لے گیا تاشقند بخارا تک سوائے ثمرقند کے مضافاتی خشک ٹیلوں کے تمام علاقہ ایک وسیع زرخیز کاشت شدہ میدان ہے جس میں سے سیردریا، دریائے زرخشاں اور دیگر آبی راستے بہتے ہیں جن سے نہری راستے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں جہاں پانی شائد کم ہے وہاں پر بارانی طرز زراعت نظر آتا ہے۔

باقی صفحہ ۳۲ پر

# اسرار التنزیل

| | غیر مجلد | مجلد آرٹ پیپر |
|---|---|---|
| جلد اوّل | [illegible] | ۱۹۰/- |
| جلد دوم | ۸۰/- | ۱۳۰/- |
| جلد سوم | ۷۰/- | ۱۳۰/- |
| جلد چہارم | ۸۰/- | ۱۳۰/- |

منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

اویسیہ کتب خانہ۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

THE ONLY INSTITUTION APPRECIATED BY
UNESCO
IN GOVT. SPONSERED VISIT

# SIQARAH COLLEGE
## OF MANAGEMENT AND RESEARCH SCIENCES
REGD. & AFFILIATED

STAR PROJECT OF PUNJAB EDUCATION FOUNDATION

## ADMISSIONS OPEN

**F.A.** First & Second Year

**B.A.** Third Year

IN PREPARATION OF M.B.A.
MASTER OF IR AND STRATEGIC STUDIES
ISLAMIC AND EDUCATIONAL RESEARCH

INCORPORATING
- PERSONALITY DEVELOPMENT
- COMMUNICATION SKILLS
- COURSES IN SKILLS AND CRAFTS
- MARTIAL ARTS TRAINING
- INTEGRAL COMPUTER TRANING

MODERN EDUCATION
CONFORMING WITH
QURA'AN AND THE SUNNAH

FOR BOARDERS & DAY SCHOLARS IN FIRST & SECOND SHIFT

SCMRS

OFF COLLEGE ROAD TOWNSHIP
LAHORE 54770 PH: 842998-844909

# www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی۔ڈی۔ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی۔ڈی۔ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255